ثنائی نمبر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

فاروق قادیان

چندہ پیشگی عہ

قیمت فی پرچہ ۱/

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸

جلد ۲۱	قادیان دارالامان مورخہ ۱۱/۱۸ شعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ اکتوبر / ۷ نومبر ۱۹۳۶ء	نمبر ۲۸، ۲۹

جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت

دارالانوار - قادیان

Qadian

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں!

(۱) سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۲۸ اکتوبر کو صبح بذریعہ موٹر لاہور اور وہاں سے اسی دن بذریعہ ریل سندھ تشریف لیگئے۔ حضور کے ہمراہ مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر بیت المال گئے۔ اور خان صاحب ذوالفقار علی خان و ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب مرزا محمد اشرف صاحب ناظم جائداد و مولوی فاضل عبدالرحمٰن صاحب انور بوتالوی بھی ۲۸ اکتوبر کو سندھ گئے ہیں۔ خدا سب کا حافظ و ناصر ہو آمین

(۲) خان صاحب مولوی فرزند علی الیسٹرن بنگال برہمن بڑیہ میں ۲۵ اکتوبر کی شام کو قادیان سے روانہ ہو کر پراونشل انجمن احمدیہ بنگال کی صدارت کے لئے ۲۸ اکتوبر کو بخیریت تمام منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ جہاں کی جماعت نے اسٹیشن پر آپ کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ اور شاندار استقبال کیا اور بڑے خوش منظر جلوس کے ساتھ آپ انجمن احمدیہ میں تشریف لے گئے

(۳) ۲۹ اکتوبر کی رپورٹ ہے کہ حضرت ام المومنین سلمہا اللہ و مدظلہا کو اسہال کی سخت تکلیف ہے۔ ضعف بہت زیادہ ہے احباب خاص طور پر اس مقدس وجود کی صحت یابی اور درازی عمر کیلئے ہر نماز میں دعا کریں۔

جواں ہمت اہل قلم آگے بڑھیں

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دیرینہ ضرورت کو پورا کرنے کیلئے

(ا) جماعت کے جواں ہمت افراد میں تصنیف اور مضمون نویسی کا ملکہ پیدا کرنے۔

(ب) دینی۔ سیاسی۔ تمدنی۔ معاشرتی اور اخلاقی مسائل کو اسلامی نقطہ نگاہ سے پیش کرنے

(ج) اسلام کے خلاف اعتراضات کے احمدیت کی روشنی میں تحقیقی جواب دینے

(د) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمود علم کلام کی ترویج اور

(ہ) اسلامی مسائل کے متعلق اعلیٰ پایہ کا علمی لٹریچر مہیا کرنے کی اغراض و مقاصد سے

مجلس انصار سلطان القلم

قائم کیگئی ہے جسکی سرپرستی حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم اے ناظر تالیف و تصنیف نے ازراہ نوازش منظور فرمائی ہے اسکے صدر صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل بی اے اور نائب صدر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل منتخب کئے گئے ہیں جماعت احمدیہ کے جواں ہمت اہل قلم اصحاب جو علمی و ادبی مذاق اور تحقیق و تدقیق کا ملکہ رکھتے ہوں۔ حضرت سلطان القلم علیہ السلام اور سلسلہ عالیہ کی اس خدمت کیلئے اپنے تئیں پیش کرنے ہوئے جلد خاکسار کو رکنیت کی درخواست بھجوا دیں۔

نوٹ۔ مجلس کی رکنیت کے لئے کوئی چندہ معین نہیں کیا گیا:

خاکسار۔ خالد۔ مولوی فاضل بی اے (آنرز)
سکرٹری مجلس انصار سلطان القلم قادیان

نوٹ۔ یہ پرچہ زائد تعداد میں چھاپا گیا ہے۔ تاکہ احباب غیر احمدیوں میں بکثرت تقسیم کریں۔ سوا آنہ فی پرچہ کے حساب سے ٹکٹ بھیجکر دفتر فاروق سے منگالیں:

طالب علم کی زندگی کا کیا مقصد ہونا چاہیئے

(۱)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جن لوگوں نے انسان کی زندگی پر غور کیا ہے وہ اس امر پر متفق ہیں کہ اکثر آدمی ایک چیز کی خواہش کر کے اسکے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مگر نتیجہ اس کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ قدرت کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو پوری طرح ہماری محکوم ہو۔ اور بہت سی ایسی طاقتیں ہیں جو متواتر اپنا عمل کئے جاتی ہیں۔ اور انسان کے کاموں کو اکثر اوقات روکتی ہیں۔ پس بعض دفعہ جس کام کے لئے آدمی کوشش کرتا ہے اس کے برعکس نتیجہ ظہور میں آتا ہے۔ یہی چیز ہے جس نے تقدیر اور قسمت اور انسانی مجبوری کے خیال کو لوگوں کے دلوں میں مضبوطی کے ساتھ بٹھا دیا۔ جس قدر آدمی یا قومیں اپنے ارادوں۔ کوششوں اور کاموں میں کامیاب ہوتی ہیں اسیقدر ان کا حوصلہ اور کام کرنے کا شوق بڑھتا جاتا ہے۔ اور انسانی قوت اور عقل کی طاقت پر ان کو ایک گونہ اعتبار ہو جاتا ہے اور ان کی زندگی روز بروز دنیا کی حالت کے مناسب ہوتی جاتی ہے۔ لیکن جب کاموں میں خلل واقع ہوتے ہیں کوششیں اپنا ثمر نہیں دکھاتیں یا یہ کہ انسان ایسی باتوں کے لئے کوشش کرتا ہے جن کا حاصل کرنا ممکن نہیں۔ تو اپنی طاقت اور انسانی عقل پر بھروسہ کم ہوتے ہوتے اس کو اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ انسان ایک کل ہے۔ اپنی طرف سے زیادہ محنت اور کوشش کرنی فضول ہے۔ وہ قسمت کا قائل ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ اور زندگی کی سختیوں پر یا صبر کرتا ہے یا آسمان کی شکایت کرتا ہے۔ سعی اس کے نزدیک ایک ایسا لفظ ہے جس کو انسان سے کچھ تعلق نہیں۔ جب یہ خیال قوم کے عمدہ آدمیوں کے دل پر قبضہ کر لیتا ہے تو لوگوں کی اخلاقی اور دماغی ترقی میں نہایت سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ زندگی کی کشمکش سے ان کو کچھ دلچسپی نہیں رہتی۔ دنیا سے انکو اتنا ہی تعلق نہیں رہتا۔ جسقدر علم ہیئت جاننے والوں کو ستاروں کی گردش یا آفتاب کی حرکت و سکون سے ہے۔ یا علم زمین کے محققوں کو اس جانور کے اعضا سے ہے جو دس لاکھ برس پہلے کرہ زمین پر رہتا تھا۔ عمدہ کوششوں کے نتائج سے مایوسی ہو جاتی ہے تو اچھے آدمی تو ایک قسم کے خواب و خیال میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اور ان کا اثر اگر ہوتا ہے تو صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اور لوگ بھی ایسے ہی خدا رسیدہ یا خوابی ہونا چاہتے ہیں۔ متوسط درجہ کے آدمی جو نہ فلاسفر ہیں نہ انکو عالم کے راز سے واقف ہونیکا دعویٰ ہے دنیا کے کام میں لگے رہتے ہیں اور انکی بلند نظری یا ہمت جو کچھ ہو وہ صرف اس قدر ہے کہ جو کچھ ان کے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ آہستہ آہستہ نہایت فرصت سے وہ اسی کام کو کئے جائیں۔ دنیا کی رفتار کو وہ یکساں سمجھتے ہیں۔ نیکی۔ اخلاق مذہب۔ بدی۔ جرم۔ جرأت۔ ہمت۔ غرض ان کی سب چیزیں ایک مقام پر کھڑی رہتی ہیں فرق اس قدر ہوتا ہے۔ کہ چونکہ وہ حرکت نہیں کرتے۔ اس لئے سب چیزیں روز بروز بوسیدہ ہوتی جاتی ہیں اور انکی حالت آہستہ آہستہ بدتر ہوتی جاتی ہے

یہی خیال نوجوان آدمیوں پر مختلف اثر پیدا کرتا ہے انکے نزدیک بھی پائدار اور مستقل ارادے اور عمدہ عزم بیکار چیز ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ وقت کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ ان کو نہ مذہب کی پابندی ہے نہ فلسفہ اور عقل کی ان پر حکومت ہے نہ رسم و رواج کی پیروی اور بزرگوں کی تقلید ان کو روکتی ہے۔ اس لئے ان کی زندگی کا کوئی اصول نہیں ہوتا نہ کوئی خاص مقصد ہے جو ہمیشہ انکے پیش نظر رہے۔ جو بات کسی وقت ان کے دل میں آئی۔ خواہ وہ اخلاقی اصول کے مطابق اچھی ہو یا بُری۔ دنیا کو مفید ہو یا غیر مفید مناسب ہو یا غیر مناسب وہ اس کو فوراً کرتے ہیں۔ اور اسکے نتائج پر غور کرنا تو بڑی بات ہے وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ نتیجہ کوئی چیز ہے یا نہیں۔ بد آدمیوں پر اسی خیال سے یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی حالت کے سنوارنے کو ایک بے معنی خیال سمجھکر صرف اپنی زندگی کو چین سے گزارنا چاہتے ہیں۔ ان کی رائے میں محنت سے اور مشقت سے اور آہستہ آہستہ اپنے فرائض ادا کرنے سے سوائے تکلیف کے کچھ نتیجہ نہیں ہوتا۔ حصول مقصد کیلئے جو راستہ انکی رائے میں سب سے سہل ہوتا ہے وہ اسکو اختیار کرتے ہیں۔

غرض محنت اور کوشش سے عمدہ اور مفید نتائج کے حاصل کرنے کا خیال جسوقت آدمیوں کے دل سے زائل ہو جاتا ہے۔ اس وقت جو نتیجے پیدا ہوتے ہیں وہ اعلےٰ سے لیکر ادنےٰ تک سب کے لئے مضر ہیں۔ اس خیال پر عمل کرنے سے کہ وہ ایک بے جان کل کی طرح چل رہا ہے انسان حقیقت میں ایک بے جان کل ہو جاتا ہے۔

لیکن اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اکثر خواہشیں جو آدمی کے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔ اکثر امنگیں۔ ترقی اور اصلاح کے اکثر خیال۔ لوگوں کی مصیبت دور کرنے کی آرزو یا شہرت یا دولت یا قوت حاصل کرنے کی امید سب گھل گھل کر ناپید ہو جاتی ہے۔ ناکامیابی اس کے دل کو بجھا کر انسانی کوشش کو بے سود ثابت کرتی ہے۔ اسی خیال کو شعرا اور حکما نے بیشمار جگہ نہایت آب و تاب سے بیان کیا ہے۔ ایسی ہی مایوسی قریباً ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنی اولاد کو اپنے رشتہ داروں۔ گویا اپنی قوم کو ایک غرض کے لئے تعلیم دلانا چاہتے ہیں۔ لیکن جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ اس کے برخلاف نہیں تو اس مقصد سے بالکل علیحدہ ضرور ہوتا ہے۔ بعض آدمی اپنے لڑکوں کو صرف اس لئے تعلیم دیتے ہیں کہ حدیث فقہ پڑھکر وہ نہایت دیندار اور مذہبی پیشوا بن جائیں۔ لیکن اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ برعکس اس کے وہ آدمی نہایت چالاک اور مفسد نکلتے ہیں۔ بعض آدمی بلکہ یہ کہنا چاہیئے۔ کہ اکثر آدمی اپنی اولاد کو انگریزی کی تعلیم اس لئے دیتے ہیں۔ کہ لڑکا خواندہ ہو کر روپیہ حاصل کرے گا۔ اور اپنے گھر کی مدد کریگا۔ مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی مدد نہیں کرسکتا بلکہ بعض دفعہ خود ان پر بار ہو جاتا ہے۔ کبھی کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ میری لڑکے انگریزی پڑھیں تاکہ انگریزوں تک انکی رسائی ہو اور ان کی خوشامد یا وسیلے سے اس کا گھرانا ترقی کرے مگر ممکن ہے کہ اس کو اس قسم کے چال چلن سے سخت نفرت پیدا ہو جائے۔ اس کہنے سے مطلب یہ ہے کہ جو مقصد ماں باپ یا اتالیق یا تعلیم کے طرفدار تعلیم سے رکھتے ہیں وہ مقصد بہت کم حاصل ہوتا ہے اور نہ وہ مقصد اصلی تعلیم کا ہونا چاہیئے:

(بقیہ مضمون دیکھو صنہ ۲ کالم اوّل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۱ ٭ قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ اکتوبر / ۷ نومبر ۱۹۳۶ء ٭ نمبر ۲۸ / ۲۹

خُدا کا زندہ نشان :: بر صدق مسیح الزّمان

(۱)

ایسے زمانہ میں جبکہ اسلام کا صرف نام رہگیا تھا۔ اور قرآن بجز نقش کے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ علماء کی حالت سب دنیا کی مخلوقات سے بدترین ہو چکی تھی۔ اور عوام الناس ؎

"ہر کسے در کار خود با دینِ احمدؐ کار نیست" کا مصداق تھے۔ اور باوجود اس قدر اندرونی خرابیوں کے اسلام کے لئے بیرونی دشمن ایک آندھی بن کر چھا رہے تھے۔ اور اس طوفانی ریلے میں بہت سے کمزور ایمان والے خس و خاشاک کی طرح اڑائے جا رہے تھے۔ اور اس وقت کفر و شرک ایک گھناؤنی شکل کے ساتھ سورج اسلام پر ابر ظلمت بن کر چھایا ہوا تھا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ کہیں سے روشنی کا مینار یا ایک چھوٹی سی کرن بھی دنیا میں اجالا کرنے کے لئے موجود نہ تھی۔ اور روحانی پانی کے پیاسے العطش العطش کی پکار سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔ مگر کوئی ایک بوند بھی ان کی تسلی کے لئے آتی نظر نہ آتی تھی۔ تو ایسی شب دیجور اور خشک سالی میں یکایک اُفق مشرق سے چودھویں رات کا بدر کامل طلوع ہوا جس نے تمام دنیا کو منور کر دیا۔ یعنے انبیاء کا موعود مسیح اور دنیا کا منتظر وجود اور مجدد صدی چہاردہم حضرت اقدس سیدنا مرزا غلام احمدؐ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود دنیا کے لئے ابر رحمت بن کر آیا۔ اور دنیا کے روحانی پیاسوں کو یہ پکارتا ہوا آیا ؎

"میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار"

شپرہ چشم لوگ اپنے اپنے ظلمت کدوں کی طرف بھاگے اور اس برق اور لمعان کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے طعن و تشنیع اور گالی گلوچ کا طریقہ قدیم عدوّانِ انبیاء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اور ہر وہ ہتھیار جو وہ ملاء اعلےٰ سے آنے والے وجودوں کے متعلق استعمال کر سکتے تھے۔ انہوں نے کئے مگر "و یقذفون من کل جانب" ہر طرف سے دھتکارے جاتے رہے۔ اور ناکام و نامراد ہی رہے۔ اور خدا کا برگزیدہ مسیح دنیا میں اسلام کی ایک سچی خدمت گار جماعت اور دین فطرت پر ایک جان نثار گروہ تیار کر کے اپنے مولا کی اس دلفزا دعوت پر ؎

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں
بر مینار بلند تر محکم افتاد" لبیک کہتا ہوا جا ملا۔
اللّٰھم صلّ علیہ و علےٰ مطاعہٖ صلے اللہ علیہ وسلم
بعدد کل ما خلقت

جب تک سیدنا و ہادینا مسیح موعود علیہ السلام زندہ رہے۔ تب تک کسی دشمن صداقت کو جرأت نہ ہوئی کہ آپؑ کا مقابلہ کر سکے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی ازلی بدقسمتی کی وجہ سے بطش شدید خداوندی کے لئے تیار ہو کر مقابل پر آیا۔ تو پکڑا گیا۔ اور اپنے عبرتناک انجام سے دوسروں کو ؎ "من نکردم شما حذر بکنید" پر عمل پیرا ہونے کا درس دیتا گیا۔ جو لوگ حضرت اقدسؑ کے مقابل پر آئے اور اپنے کیفر کردار کو پہنچے ان کا تذکرہ موجودہ لوگوں کے لئے شاید زیادہ عبرت خیز نہ ہو لیکن ان مقابلہ کرنے والوں میں سے ایک شخص اس وقت زندہ موجود ہے۔ اور مشیت ایزدی نے اس صدی کے لوگوں کو صداقت کی فتح اور باطل کی شکست کا نظارہ دکھانے کے لئے اسے زندہ رکھ چھوڑا ہے۔ اور وہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا وجود ہے۔ مولوی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے انکالاً لما بین یدیہ وما خلفہ کے طور پر ڈھیل دی ہوئی ہے۔ اور وہ اس ڈھیل کو اپنی فتح کا ڈھول سمجھ کر ہمیشہ پیٹتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اشتہار "آخری فیصلہ" کو جو حضرت اقدسؑ نے ۱۹۰۷ء میں مولوی ثناء اللہ کو مقابل پر بلاتے ہوئے دیا۔ اور مولوی صاحب روباہ صفت ہونے کی وجہ سے گریز کر گئے۔ اپنے صادق اور سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے نعوذ باللہ کاذب ہونے پر دلیل ٹھہراتے ہیں۔ اس آخری فیصلہ کے متعلق ایک دفعہ نہیں بلکہ بیسیوں مرتبہ ہمارے سلسلہ کے علماء کی طرف سے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ مگر روباہ صفت انسان شیر قالین بن کر ہر بار اسی کو مختلف پیرایوں میں پیش کرنے میں پیش پیش ہے۔ آج ہم اس پر اور اس کے بھولے مقلدین پر بطور اتمام حجت ایک اور رنگ میں اس کو پیش کرتے ہیں۔ اس پر تمام وہ اصحاب جن کے دل تعصب سے خالی ہیں۔ اور احقاق حق جن کا نصب العین ہے غور کریں اور اس زندہ نشان سے فائدہ اٹھائیں۔

دُعا مُباہلہ کے دُو رُخ

اس سارے معاملہ کی ابتداء یوں ہوئی کہ

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دیکھا۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دلائل اور براہین کے ساتھ علماء پر اتمام حجت ہو چکا۔ تو آپ نے انجام آتھم کے ص۶۵ پر علماء کو نام بنام دعوت مباہلہ دی۔ اور فرمایا کہ

"گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت ہو اس شخص پر کہ جو اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والی مجلسوں سے الگ ہو۔"

اس دعوت مباہلہ میں گیارھویں نمبر پر مولوی ثناءاللہ امرتسری کا نام تھا۔ مگر امرتسری روباہ کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور بار بار فرار و انکار کرتا رہا۔

پھر حضرت اقدسؑ نے اس کے متعلق اعجاز احمدی میں مباحثہ مُدؔ کے حالات لکھتے ہوئے فرمایا۔

"میں نے سنا ہے۔ بلکہ مولوی ثناءاللہ امرتسری کی دستخطی تحریر دیکھی ہے۔ جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے۔ کہ میں اس طور سے فیصلہ کے لئے بدل خواہشمند ہوں۔ کہ فریقین یعنے میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جاوے۔"

(اعجاز احمدی ص۱۴)

اس کے ساتھ ہی حضرت اقدسؑ نے مولوی ثناءاللہ کے متعلق یہ پیشگوئی بھی فرما دی تھی۔ کہ

"اگر اس چیلنج پر وہ (ثناءاللہ) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مرینگے۔"

(اعجاز احمدی ص۳۷)

اعجاز احمدی والی پیشگوئی کا ہونا تھا کہ مولوی ثناءاللہ شیر پنجاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے سے لومڑی کی طرح بھاگا۔ اور یہ تحریر ہماری تائید کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس کے ہاتھ سے لکھوا چھوڑی ہے

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے۔ اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا۔" (رسالہ الہامات مرزا ص۱۱۶ طبع ششم)

اس قدر واضح طور پر پیٹھ دکھانے کے بعد مولوی صاحب کو جب لوگوں نے گھیرا اور ایسی صاف بزدلی پر لعنت ملامت کی۔ تو طالب شہرت کے مُردہ قالب میں پھر حرکت پیدا ہوئی۔ تو جھٹ سے آپ نے پینترا بدلا اور یوں گویا ہوئے:۔

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گورو کو ساتھ لاؤ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ۔ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے۔" (اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

جس کا جواب حضرت اقدسؑ کی طرف سے جناب مفتی صاحب نے اخبار بدر میں یہ دیا۔ کہ "مولوی ثناءاللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔"

(اخبار بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء)

فریقین کی طرف سے ان دو تحریروں کے چھپ جانے کے بعد کوئی شخص یہ خیال بھی نہیں کر سکتا۔ کہ اب بھی کوئی فریق کسی قسم کا لیت و لعل کریگا۔ مگر وہ لوگ جو فلن یتمنوہ ابداً بما قدمت ایدیھم کا مصداق ہوں۔ بھلا وہ ایسے مقابلہ کی کہاں جرأت رکھتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ اور سراسر بدقسمتی ہے۔ کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں۔ جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے۔ اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُر آب ہوں۔ کہ کوئی میدان میں نکلے۔ اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۳)

چنانچہ شیر قالین نے شیر خدا کے مقابل پر مباہلہ پر آنے کی بجائے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ

"میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے۔ مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے مباہلہ نہیں کہا قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔"

(اہلحدیث ۱۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

مولوی ثناءاللہ صاحب کے چیلنج مباہلہ (اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء) کے جواب میں ایڈیٹر صاحب اخبار بدر نے اس کی منظوری کا اعلان کرنے کیساتھ ہی یہ بھی شائع کیا تھا۔ کہ "باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناءاللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر تیار ہو جائے۔"

(بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء)

لیکن اس کے باوجود علام الغیوب خدا نے حضرت اقدسؑ کو مولوی ثناءاللہ کے گریز سے مطلع فرما دیا تھا۔ کہ ۱۹ اپریل کو انہوں نے پھر انکار کر دینا ہی اس لئے ۱۵ اپریل کو حضرت اقدس نے اتمام حجت کے طور پر اپنی طرف سے دعاء مباہلہ شائع کر دی۔ اور اس کا جو جواب مولوی ثناءاللہ صاحب نے تحریر کیا کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔ (۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء اہلحدیث) وہ ۱۹ اپریل والی تحریر کے بالکل خلاف ہے۔ اور یہ ۱۹ اپریل کی تحریر دراصل ۱۳ اپریل کی ہے کیونکہ مولوی ثناءاللہ خود لکھتے ہیں۔ کہ "۱۸ تاریخ کا اخبار کم سے کم ۱۲ تاریخ کو لکھا جاتا ہے۔" (روئیداد مباحثہ لدھیانہ ص۱۷)

اور حضرت اقدسؑ کا حقیقۃ الوحی کے چھپنے سے پہلے ہی اس دعا کا شائع کرنا ہی بتاتا ہے کہ حضور کا تعلق اللہ تعالےٰ سے تھا۔ اور اسی حکیم مطلق کے اشارول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہی سے آپ سب کام سرانجام دیتے تھے۔ چنانچہ حضورؑ خود دعاء مباہلہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ”ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے“

(بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہؤا۔ کہ حضرت اقدسؑ نے دعا مباہلہ والا اشتہار اسی وقت لکھا جبکہ مولوی ثناء اللہ اپنے ہاتھ سے انکار مباہلہ والی تحریر لکھ چکا تھا۔ کیا یہ واقعہ ایسا نہیں جو چشم بصیرت سے دیکھنے والوں کا ایمان تازہ کرنے کا موجب ہو۔

(۲)

حضرت اقدسؑ نے جس جس طریقہ پر اپنے شکست خوردہ دشمن کو پکڑا وہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ کہ آپ فلن یتمنوہ ابداً بما قدمت ایدیھم والے گروہ میں سے نہ تھے۔ بلکہ خدا کے خاص مقربین میں سے تھے۔ جن کے متعلق آتا ہے۔ کہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب کا ہر موقعہ پر گریز اس بات کی دلیل ہے کہ وہ باطل پرست اور ساتھ ہی اول درجہ کے بزدل بھی۔ کیونکہ جب تک حضرت اقدسؑ زندہ رہے نہ ان کو للکارتے رہے۔ اور یہ آگے آگے جان بچا کر بھاگتے رہے لیکن جب بفحوائے فرمان رب العزت کل نفسٍ ذائقۃ الموت اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ تو آپ کے بعد مولوی ثناء اللہ نے شور مچانا شروع کر دیا کہ دیکھو میں زندہ ہوں۔ لہٰذا سچا ہوں اور مرزا صاحب فوت ہو گئے۔ اس لئے نعوذ باللہ وہ سچے نہ تھے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ”آخری فیصلہ والے اشتہار“ میں مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ ہم میں سے (یعنے حضرت مرزا صاحب اور ثناء اللہ) جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔

قارئین کرام آؤ ہم اپنے دلوں کو بالکل تعصب سے خالی کر کے دعا مباہلہ والے اشتہار کے متعلق غور کریں۔ کہ اس کی رو سے کون صادق ہے۔ اور کون کاذب ثابت ہوتا ہے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا یہ مضمون صرف حضرت مرزا صاحب کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ فریق مخالف ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ یکطرفہ دعا تھی یا ہر دو فریق سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دونوں طرف سے منظوری یا عدم منظوری کا تعلق ہے یا یکطرفہ معاملہ ہے اس کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہم ہر دو فریق کی تحریر کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔

اوّل۔ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعودؑ نے جب یہ اشتہار شائع فرمایا تو ایڈیٹر صاحب بدر نے اس کا ہیڈنگ یہ تحریر فرمایا کہ

”مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ“

(المحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

اس ہیڈنگ سے معلوم ہؤا۔ کہ یہ یکطرفہ معاملہ نہیں۔ بلکہ فریق ثانی یعنے مولوی ثناء اللہ صاحب کا بھی دخل ہے۔ کیونکہ اگر یکطرفہ دعا ہوتی۔ تو پھر ہیڈنگ یوں چاہیئے تھا۔ کہ ”مولوی ثناء اللہ کے متعلق آخری فیصلہ“ بلکہ مولوی ثناء اللہ کا ذکر بھی نہیں چاہیئے تھا۔ اور یوں لکھنا چاہیئے تھا کہ اپنے دعویٰ کے متعلق آخری فیصلہ پس مولوی ثناء اللہ کا نام اور پھر ان کے ساتھ ”آخری فیصلہ“ کا لفظ بزبردست قرینہ ہے کہ یہ اشتہار مولوی ثناء اللہ صاحب کی منظوری یا عدم منظوری کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے اور یہ یکطرفہ دعا نہیں۔

دوئم۔ حضرت اقدسؑ کا مضمون کے خاتمہ پر یہ تحریر فرمانا کہ ”بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔ اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے“ یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ دعائے مباہلہ تھی ورنہ التماس اور نیچے لکھنے پر فیصلہ خداوندی کا مترتب ہونے کا ارشاد فرمانا یہ ایک بے معنی سی بات بن جاتی ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

سوئم۔ اشتہار مضمون مباہلہ میں حضرت اقدسؑ کا یہ اصل تحریر فرمانا ہی کہ ”مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔ اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے“ بتاتا ہے کہ یہ یکطرفہ دعا نہ تھی۔ بلکہ دعائے مباہلہ تھی۔ جو فریق ثانی کی منظوری کیساتھ مشروط تھی۔ کیونکہ یہ اصل مطلق نہیں بلکہ مباہلہ کی قید سے مقید ہے۔ چنانچہ حضورؑ خود فرماتے ہیں ”کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ بلکہ ہزاروں اعداء آپؐ کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہؤا کرتا ہے۔ ایسا ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد رہیں گے۔۔۔۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتے ہیں“

(اخبار الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

اس حوالہ سے بھی معلوم ہؤا۔ کہ یہ اشتہار اشتہار مباہلہ تھا۔ نہ کہ یکطرفہ دعا۔ کیونکہ یہ بات منشاء متکلم کے مطابق ہے۔ اور اس کو نہ ماننا ایک سنہری اصل کو ترک کرنا ہے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب خود اس پر زور دیتے ہیں۔ اور اس کے منکر کو متعصب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ”کہ کسی کلام کے سمجھنے کے لئے صحیح اصل اصول یہ ہے۔ کہ متکلم کی نظر سے دیکھا جائے۔ اور غلط طریق یہ ہے کہ متکلم کے خلاف منشاء کلام کا مفہوم مراد لیا جائے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے کہ ہر ایک قوم بلکہ ہر ایک شخص کو مسلم ہے۔ مگر جب تعصب غالب آ جاتا ہے۔ تو عملی طور پر یہ سنہری اصول ترک ہو جاتا ہے“

(اخبار اہلحدیث ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

اب اگر مولوی ثناء اللہ صاحب منشاء متکلم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے خلاف اس اصول کو کہ کاذب صادق کی زندگی میں مرجاتا ہے "مطلق کہیں مقید بمباہلہ نہ کریں تو خود ہی اپنی تحریر کے مطابق متعصب اور عملی طور پر اس سنہری اصل کو ترک کرنے والے اور غلط طریق پر چلنے والے قرار پاتے ہیں۔

چہارم۔ یہ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب آخری فیصلہ کو مباہلہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو نہ جانیں کسی علمی بات کو نہ سمجھیں بغرض بدر ابدر باید رسانید کہ دے کہ آؤ **ایک آخری فیصلہ** بھی سنو ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے۔ اپنی بیٹیاں اور تمہاری بیٹیاں اپنے بھائی بند نزدیکی اور تمہارے بھائی بند نزدیکی بلائیں۔ پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں خدا خود فیصلہ دنیا ہی میں کر دیگا۔ جو فریق اس کے نزدیک جھوٹا ہوگا۔ وہ دنیا میں ہی برباد اور مورد غضب ہوگا۔" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صـ۳۴)

اس حوالہ سے بیّن طور پر ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہو گیا۔ کہ آخری فیصلہ مولوی صاحب کے نزدیک مباہلہ ہوتا ہے۔ پس حضرت اقدسؑ کا آخری فیصلہ بھی مباہلہ ہی تھا۔ جو مولوی ثناء اللہ کے منظور نہ کرنے سے وقوع پذیر نہ ہوا۔

پنجم۔ مولوی ثناء اللہ خود اس کو مباہلہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ۲۶ر اپریل کے پرچہ میں لکھا۔ کہ (اوّل) "اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی۔ اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔" پھر لکھا کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔" (اہل حدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء) پس اگر یہ معاملہ یکطرفہ تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ تو ان کا منظوری اور عدم منظوری کی رٹ لگانی بالکل فضول اور عبث تھی۔ اور اگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا۔ کہ یہ مباہلہ ہی تھا۔ جو فریقین کے اقرار کا متقاضی ہے۔

ششم۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بقائمی ہوش و حواس اس کو مباہلہ قرار دیا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں (۱) "کرشن قادیانی نے ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ **مباہلہ کا اشتہار** شائع کیا تھا۔" (مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء صـ۸) (۲) "مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا تھا۔" (مرقع قادیانی دسمبر ۱۹۰۷ء صـ۳) (۳) "وہ اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اٹھا تھا کہ اہل حدیث نے میری عمارت کو ہلا دیا۔" (اہلحدیث ۱۹ر جون ۱۹۰۸ء)

اس قدر صاف اور صریح حوالہ جات کی موجودگی میں حضرت اقدسؑ کے مضمون کو یکطرفہ دعا کہتے چلے جانا اور اس کو دعائے مباہلہ قرار نہ دینا یقیناً حق سے چشم پوشی کرنا اور خوف خدا کو بالائے طاق رکھنا اور اپنی حماقت کا اظہار کرنا ہے۔

ہفتم۔ یہ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے پچھلے دنوں جبکہ امرتسر میں جماعت احمدیہ کا جلسہ تھا ایک اشتہار مطبوعہ ۲۳ر نومبر ۱۹۳۵ء تقسیم کروایا جس میں مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی دعوت مباہلہ پر احرار کا مباہلہ نہ کرنا اور حکومت کا ۲۳ر نومبر ۱۹۳۵ء کو قادیان میں اجتماع کو منسوخ قرار دینا خدائی غیرت کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ بقول مولوی صاحب "خدائی غیرت نے اپنے سابقہ فیصلے کو ہتک سے بچانے کے لئے **کسی دوسرے مباہلہ** کو وقوع میں آنے سے روک دیا۔" (اشتہار مذکورہ) مولوی صاحب کی اس تحریر سے جو دانستہ یا نادانستہ ان کے ہاتھ سے لکھی گئی اللہ تعالیٰ نے یہ اقرار کروالیا۔ کہ ۲۳ر نومبر ۱۹۳۵ء کا مجوزہ مباہلہ دوسرا مباہلہ تھا۔ اور اس سے قبل والا واقعہ بھی پہلا مباہلہ کہلائے گا نہ کہ صرف یکطرفہ دعا۔

اب مذکورہ بالا حوالجات سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت اقدسؑ کا اشتہار دعا مباہلہ تھا۔ اور جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ کیا۔ بلکہ صاف لکھ دیا۔ کہ

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔" (اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء)

پس جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس طریق فیصلہ کو اپنی فطرتی جبانت و بزدلی سے منظور ہی نہ کیا تو یہ کالعدم ہو گیا۔ کیونکہ اس میں ان کی رضامندی ضروری تھی۔ اب حضرت اقدسؑ بھی اس الزام سے بری ہو گئے کہ آپؑ کی وفات نعوذ باللہ آپ کے غیر صادق ہونے پر دال ہے اور مولوی ثناء اللہ کی زندگی ان کے صادق ہونے پر۔

(۳)

مذکورہ بالا کارروائی یعنے مباہلہ سے آخر وقت میں آکر بھی مولوی ثناء اللہ کا فرار اختیار کرنا یہ اسے بچا نہ سکا۔ بلکہ اس خدا نے جس کی تدابیر کے آگے تمام دنیا کی تدبیریں، ہیچ اور تمام حیلے بیکار ہیں۔ اس نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس طرح پکڑا۔ کہ اسے وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ یعنے اسی اخبار ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء میں جس میں کہ مضمون دعاء مباہلہ چھپا تھا۔ اس نے لکھا۔ کہ "میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا۔ تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے۔ جب کہ (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم مولوی اسمٰعیل علی گڑھی مرحوم اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح مر گئے ہیں۔ تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا۔ اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا۔ تو کیا نتیجہ۔" اہل حدیث مذکور صـ۵ کالم ۱ واقعی یہ صحیح بات ہے کہ جیسے لوگوں نے دوسرے مقابل پر آکر مرنے والوں کی موت کو حضرت کی صداقت پر دلیل نہ سمجھا۔ اسی طرح وہ مولوی ثناء اللہ کی موت کو بھی دلیل صداقت نہ سمجھتے۔ بلکہ الٹا یہ کہتے کہ اس نے تو تمہاری تحریر منظور ہی نہیں کی تھی۔ پس اس کی موت کیونکر دلیل صداقت بن سکتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو زندہ رکھ کر نشان صداقت **نشان (اوّل)** بنایا۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا۔ کہ "میں خدا کے فضل سے امید رکھتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوں۔ کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے" (اہلحدیث مذکور صفحہ ۱۳ کالم ۱) اور مکذبین کی سزا یہ ہے کہ خدا تعالٰے ان کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ طغیانی اور سرکشی میں اور زیادہ ترقی کریں۔ جیسا کہ اسی پرچہ اہلحدیث کے حاشیہ صفحہ ۱۳ پر یہ لکھا ہے۔ کہ "آپ اس دعوٰی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے۔ کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا (پ ۱۶ ع ۶) وانما نملی لھم لیزدادوا اثما (پ ۴ ع ۹) ویمدھم فی طغیانھم یعمھون (پ ۱ ع ۲)..... اور سنو بل متعنا ھؤلاء وآباءھم حتٰے طال علیھم العمر (پ ۱۷ ع ۶) جن کے صاف یہی معنے ہیں کہ خدا تعالٰی جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں"

نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ بھی مسلم ہے۔ کہ "آنحضرت علیہ السلام باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ اور مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا" (مرقع قادیانی ماہ اگست ۱۹۰۷ء) ان ہر دو حوالجات میں چند ایک خبریہ جملے ہیں۔ جس کے مصداق اب زندہ رہ کر مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں (اوّل) یہ کہ "بدکاروں کو مہلت ملتی ہے" مولوی ثناء اللہ زندہ ہیں۔ اور ان کو مہلت ملی ہوئی ہے۔ لہذا وہ بدکار ہوئے (دوم) دوسرا جملہ خبریہ ہے۔ کہ "خدا تعالٰی جھوٹے۔ دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے" مولوی ثناء اللہ صاحب کو لمبی عمر ملی ہے۔ جس پر انہیں ناز بھی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جھوٹے۔ دغاباز مفسد اور نافرمان ہیں۔

(سوم) تیسرا جملہ خبریہ یہ ہے کہ مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا" معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ جو وفات پا گئے۔ وہ صادق اور مثیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور مولوی ثناء اللہ کاذب اور مثیل مسیلمہ ہے"

مذکورہ بالا نتائج جو ہم نے نکالے ہیں۔ وہ مصدقہ قرآن ہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ کے مسلمات سے ہیں۔ جن کا انکار ان سے کبھی ممکن نہیں۔ نیز یہ کہ امرتسری مُلّاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار دعاء مباہلہ کے انشائیہ جملوں کو[1] خبریہ جملے بنا کر اسی قسم کے نتیجے نکالا کرتا ہے۔ جو اگرچہ بالکل ہی غلط ہوتے ہیں۔ اور یہی ایک بات مولوی ثناء اللہ کی علمیت کی پردہ دری کے لئے کافی ہے۔ مگر ہمارے نتائج انشائیہ جملوں سے نہیں ہیں۔ بلکہ خبریہ جملوں سے ہیں۔ جو بالکل درست اور صحیح ہیں۔

حضرات غور فرمائیں۔ کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب مر جاتے۔ تو کیا مخالف لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ تحریر چسپاں نہ کرتے۔ اب جبکہ آپؑ وفات پا گئے۔ اور فریق مخالف کے مسلمات کی بنا پر صادق ٹھہرتے ہیں۔ اب بھی آپ کو کاذب کہا جا رہا ہے۔ تو زندہ رہنے کی صورت میں تو اور زیادہ منہ کھولتے۔ لیکن اس کے برعکس مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ رہے اور اپنے مسلمات کی بناء پر مفسد نافرمان۔ دغاباز اور جھوٹے ثابت ہوئے۔ اگر مر جاتے تو یہ القاب کیسے لیتے۔

نشان دوم۔ دعا مباہلہ کے جواب میں مولوی ثناء اللہ نے لکھا تھا" اسے کوئی دانا منظور نہیں کر سکتا۔ لیکن اب اسے نہ صرف منظور کرتے ہیں بلکہ اس کا نام مباہلہ رکھتے ہوئے اپنا صادق ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس جملہ خبریہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اب چونکہ مولوی ثناء اللہ اسے منظور کرتے ہیں۔ لہذا وہ دانا نہیں ہیں۔

نشان سوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے فرمایا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک اگر مولوی ثناء اللہ مر جاتے تو وہ اہانت کرنے والوں کی اہانت اور اعانت کرنے والوں کی اعانت ہوتی کس طرح دیکھتے۔ اور انہوں نے اس کی خواہش بھی ظاہر کی ہے: جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

"کوئی ایسی نشانی دکھاؤ۔ جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ مر گئے تو کیا دیکھیں گے۔ اور کیا ہدایت پائیں گے" (اخبار وطن ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

ان کی اس خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالٰی نے ان پر اتمام حجت کے لئے انہیں آج تک زندہ رکھا ہوا ہے اور یہ زندگی ان کی ان کے لئے بھی عبرت کا موجب ہے اگر وہ اس سے عبرت پکڑیں۔ اور غیروں کے لئے بھی۔ اور وہ اس طرح کہ جب مولوی ثناء اللہ حضرت اقدسؑ کی موجودگی میں حضرت کا مقابلہ کرتا تھا۔ اس وقت اس کی اور شان تھی۔ لیکن اب اس کی حالت بعینہ اس کے روحانی باپ مولوی محمد حسین بٹالوی جیسی ہے۔ مولوی صاحب کو بُرا بھلا کہنے والے اغیار نہیں ہیں۔ اور مولوی صاحب کو جو القاب دیئے گئے۔ وہ غیروں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ اس جماعت کی طرف سے ہیں۔ جو ایک وقت میں اسے سردار سمجھتے تھے۔ لیکن اب مولوی صاحب کا سر دار پر دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔

فیصلہ مکہ۔ جو عبدالعزیز سکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند لاہور نے شائع کیا وہ مولوی ثناء اللہ کی ذلت کے لئے کافی سے زیادہ شاہد ہے۔ جس پر مندرجہ ذیل فتوے درج ہیں۔

مولوی صاحب کے متعلق صوفی عبدالحق کا فتوےٰ } یہ ہے۔ کہ "ان مقامات میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بعض جگہ احادیث اور بعض جگہ صحابہ کرام اور تمام محدثین کے خلاف تفسیر کی ہے۔ اور متکلمین۔ معتزلہ۔ جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا اتباع کیا ہے" (فیصلہ مکہ صفحہ ۲)

۷۰۔۸۰ علماء کا فتوٰی } از پنجاب۔ دہلی۔ بنگال۔ مدراس اور تمام ہندوستان

---

[1] مولوی ثناء اللہ صاحب کے خبریہ جملوں کی خبر انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں پورے طور سے لی جائے گی۔ فانتظروا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے سربرآوردہ ۷۰-۸۰ کے قریب علماء نے یہ فتویٰ دیا۔ کہ ان مقامات میں بے شک سلف صالحین محدثین کرام کے مسلک کے خلاف تفسیر کی گئی ہے۔ اور معتزلہ۔ جہمیہ فرق ضالہ کا اتباع کیا گیا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ اہل حدیث سے خارج ہیں۔" (فیصلہ مکہ صہ۲)

قاضی الریاض دار الخلافۃ مملکت حجازیہ کے شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کا فتویٰ "و قد خاطبناہ بمجلس الامام عبد العزیز ایدہ اللہ وطلبنا منہ الرجوع فلم یقبل وذھب وھو مصر علٰی بدعتہ وضلالتہ فان حصل منہ رجوع وتوبۃ وتغییر لما فی تفسیرہ من الضلالات والکفریات وثبت رجوعہ عند علماء اھل الحدیث من الھند وغیرھم فھو المطلوب فان ابیٰ فیعامل بما تقدم من الھجر والاعتزال والبدعۃ۔" (محمد بن عبد اللطیف)

اور یہ بھی لکھا ہے کہ "فلا یجوز الاخذ عنہ والا قتداء بہ ولا تقبل شہادتہ ولا نقلہ"۔ یعنے ہم نے مولوی ثناء اللہ سے امام عبد العزیز بن مسعود کی مجلس میں گفتگو کی اور اس سے مطالبہ کیا۔ کہ اپنی غلطیوں سے رجوع کرے۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ اور وہ اسی طرح یہاں سے چلا گیا۔ اور ابھی تک وہ اپنی بدعت اور گمراہی پر قائم ہے۔ اگر وہ توبہ کر کے اپنی غلطیوں سے رجوع کرے اور اپنی تفسیر میں جس قدر گمراہ کن باتیں ہیں۔ ان کو بدل دے اور اس کا رجوع ہندوستان کے اہلحدیث علماء کے نزدیک ثابت ہو جائے۔ تو یہی مقصود و مطلوب ہے۔ اور اگر اس نے انکار کیا۔ تو اس سے وہی سلوک کیا جائے۔ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء جائز ہے۔ اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس کی بات روایت کی جائے۔"

(فیصلہ مکہ صہ ۱۶-۱۷)

اسی طرح سلیمان بن محمد بن جمہور النجدی کا فتویٰ ہے کہ "فالمفسر للآیات التی نظرت فی التفسیر المذکور ضال مضل"۔ یعنے اس کا مفسر خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ (فیصلہ مکہ صہ۲)

علماء اہلحدیث ہندوستان اور بیرون ہند یعنے عرب شریف کے علماء کے فتوؤں کی موجودگی میں مولوی صاحب کی اہانت کے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ مگر ہم مولوی صاحب کا خود اپنا اقرار بھی درج کر دیتے ہیں۔ تاکہ اور زیادہ نمایاں طور پر حضرت اقدس کا الہام پورا ہوتا نظر آئے۔

مولوی ثناء اللہ کا اقرار

خاندان غزنویہ نے غضب تو یہ کیا کہ خاکسار (ثناء اللہ) پر فتویٰ ہی شائع کر دیا۔ کہ مصنف تفسیر القرآن اہل سنت اور اہل حدیث سے تو کیا بلکہ بقول بعض اسلام سے بھی خارج ہے ...... خاندان غزنویہ نے میری نسبت برے لفظ شائع کئے۔ مثلاً دجال[۱]۔ دہریہ[۲]۔ نصاریٰ[۳]۔ معتزلی[۴]۔ جہنمی[۵]۔ گمراہ[۶]۔ مبتدع[۷]۔ غیر قابل سلام[۸] (ملحد[۹]) زندیق[۱۰]۔ انبیاء شہداء صلحاء کا دشمن[۱۱]۔ شیطان کا شاگرد[۱۲]۔ محرف قرآن[۱۳]۔ ضال[۱۴]۔ مضل[۱۵]۔ مرزائی[۱۶]۔ چکڑالوی[۱۷]۔ چھپا ہوا نیچری[۱۸]۔ دیکھو کلام المبین صہ ۱۶۳۔ میری نسبت سخت سے سخت فتوے لگائے گئے۔ ملحد[۱۹]۔ زندیق[۲۰]۔ شیطان[۲۱] لکھا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔"

(اہلحدیث ۱۷ فروری ۱۹۱۱ء صہ۶)

مولوی ثناء اللہ کے روحانی باپ مولوی محمد حسین کا فتویٰ

ثناء اللہ بظاہر[۲۲] اور منافقانہ طور پر عامل بالحدیث اور درحقیقت چکڑالوی[۲۳]۔ مرزائی[۲۴]۔ سرسید کا مقلد[۲۵] اور اہلحدیث کا چوہا[۲۶]۔ دھوکہ باز[۲۷]۔ دروغگو[۲۸]۔ ڈھمول[۲۹]۔ کمثل الحمار[۳۰]۔ یحمل اسفارا کا مصداق[۳۱]۔ ملمع ساز[۳۲]۔ چالباز[۳۳]۔ فاجر[۳۴]۔ مدلس[۳۵]۔ ابلیس[۳۶]۔ بے سمجھ[۳۷]۔ ناعاقبت اندیش[۳۸]۔ نوآموز[۳۹]۔ لونڈا[۴۰]۔ دہریہ[۴۱]" وغیرہ وغیرہ

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ سنہ ۱۹۰۹ء)

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ نے آرزو کی تھی۔ کہ زندہ رہیں۔ تو نشان دیکھیں۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا نشان ہو سکتا ہے کہ جس طرح اس شخص نے حضرت اقدسؑ کی شان میں گستاخیاں اور بدزبانیاں کیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے ہم مذہب ہم مشرب۔ ہم نوالہ و ہم پیالہ بلکہ روحانی باپ کی طرف سے اسے بدلہ ملا۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایک شرم والے انسان اور طالب حق کے لئے اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ اور جب یہ حالات بدلے یعنے مولوی ثناء اللہ کو خدا کی طرف سے اہانت کا بدلہ ملنے لگا۔ تو اس وقت بھی حضورؑ موجود نہ تھے۔ لیکن خدائے جبار و قہار موجود تھا۔ اس نے یہ تمام کارروائی مولوی ثناء اللہ اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کیلئے کی تاکہ وہ عبرت حاصل کریں۔ مگر وہ اور زیادہ سرکشی میں بڑھتے گئے۔ اور ویمدھم فی طغیانھم یعمھون کا پورا پورا مصداق اپنے آپ کو ثابت کیا۔

پھر اسی پر بس نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مولوی ثناء اللہ کو ذلیل کیا ہو۔ اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا ہو۔ بلکہ اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ نصرت فرمائی۔ جو وہ ہمیشہ سے اپنے برگزیدہ انبیاء کی کرتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح آپ کے معاونین کی بھی اللہ تعالےٰ نے اعانت کی۔ حضورؑ کی وفات کے بعد چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ کرنے کے بعد اگر وہ واقعی مولوی ثناء اللہ کے قول کے مطابق آپ کے کذب کی دلیل تھی۔ اور خدا کی طرف سے ظاہر ہوئی تھی۔ تو آپ کے سلسلہ کا بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آخری فیصلہ ہو جاتا۔ اور نہیں تو پہلے کی نسبت کچھ گھٹ جاتا۔ اور یا کچھ زوال آنا شروع ہو جاتا۔ مگر جس خدا نے اپنے ہاتھ سے اس پودے کو لگایا تھا وہ کس طرح اس کو بغیر پھلے اور پھولے چھوڑ دیتا۔ اور کس طرح وہ اس کو بغیر باغ بنائے کے رہنے دیتا باوجودیکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اس کے ہمنواؤں اور اس کے رفیقوں اور اسی قماش کے اور لوگوں نے وقتاً فوقتاً سلسلہ کی مخالفت کی اور ایسی مخالفت کی کہ اپنی طرف سے کسر باقی نہ چھوڑی اور ہر مخالف جو اس خدائی سلسلہ کے مقابل پر لنگوٹ کس کر آیا۔ وہ اپنے سے پہلے زور لگانے والے کو کمزوری کا لقب دیتا ہوا پیچھے دھکیل کر آیا۔ کہ تجھ سے کچھ نہیں بنتا۔ اب میں کچھ کر کے دکھاتا ہوں کہنے والوں نے یہاں تک کہا کہ اس شجر کی شاخیں اب تمام دنیا میں پھیل چکی ہیں۔ اور ہر طرح اب یہ مضبوط ہو چکا ہے۔ اب اس کو اکھیڑنا کسی ہماں شماں کا کام نہیں۔ آؤ ہم سب مل کر منظم کوشش کر کے اس کو مٹاتے ہیں۔ چنانچہ احرار اور مولوی ظفر علی کی پارٹی بھی زور لگاتی رہی۔ اور جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی رہی۔ ان تمام پارٹیوں کا فٹ بال اونچا ہوا اور آخر کار احمدیت کی زبردست چٹان پر ٹھوکریں کھا کھا کر اپنا بلیڈر تک پھڑوا دیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتائیں کہ آخر آخری فیصلہ کا مرزا صاحب کے حق میں کیا بُرا نتیجہ ثابت ہوا یا مولوی ثناء اللہ کے حق میں کیا اچھا نتیجہ نکلا۔ ہمارے سامنے وہ کوئی ایسی ٹھوس بات رکھیں۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ وہ خدا جس نے آخری فیصلہ کے ذریعہ سے بقول مولوی ثناء اللہ انکے صدق اور حضرت مرزا صاحب کے کذب کو ثابت کیا اس خدا نے اس آخری فیصلہ میں وہ کونسا اثر باقی چھوڑا کہ جس سے ثابت ہو۔ کہ نعوذ باللہ مولوی ثناء اللہ تو صادق ہیں اور حضرت مرزا صاحب کاذب۔ آج اس فیصلہ کو شائع ہوئے ہوئے تقریباً تیس سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ آج کے احمدیوں کی

تعداد اور ۱۹۰۷ء کی تعداد کو دیکھو کتنا بیّن فرق ہے۔ پہلے اگر احمدی سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ تو آج ہزاروں ہیں۔ پہلے اگر ہزاروں تھے۔ تو آج لاکھوں ہیں۔ پہلے اگر پنجاب کے حصہ میں محدود تھے تو آج تمام ہندوستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پہلے اگر ہندوستان میں تھے تو آج تمام اکناف عالم میں علم احمدیت لہرا رہا ہے۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب مقر ہیں کہ مرزا صاحب کا سلسلہ تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"پنجاب میں اور پنجاب سے گذر کر ہندوستان میں۔ ہندوستان سے گذر کر دنیائے اسلام میں آج یہ سوال درپیش ہے۔ کہ مرزا صاحب قادیانی کی بابت کیا رائے رکھنی چاہیئے۔ چند ایام ہوئے مجھے ملک البانیہ سے ایک استفتاء اس مضمون کا آیا تھا۔ اسی طرح مصر میں۔ اسی طرح شام میں اور دیگر اسلامی ممالک میں یہ سوال اُٹھتا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی عربی تصانیف ان ممالک میں کثرت سے شائع ہوئی ہیں"

(اہلحدیث ۱۵ اگست ۱۹۳۰ء)

کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور شہادت ہو سکتی ہے۔ والفضل ما شهدت به الاعداء کیا اب بھی کوئی استفسار باقی ہے کہ حضرت اقدس کو قبول نہ کیا جائے۔ خدا کا وہ وعدہ کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کیا یہ وعدہ خدا نے پورا نہیں کیا۔ کیا یہی ایک نشان زندہ رہ کر جو مولوی ثناء اللہ نے دیکھا ہے۔ اس کی اور اس کے ہمنواؤں کی چشم بصیرت کو وا کرنے کے لئے کافی نہیں۔ حالانکہ ؎

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

مولوی ثناء اللہ صاحب جوان تھے۔ اب جوان سے بوڑھے ہوئے۔ اپنی قلم کا سارا زور اس نے اور اس کے روحانی باپ نے اور ان ہر دو کے چیلوں نے صرف کیا مگر کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے ذلّت اور ناکامی کا منہ انہیں دیکھنا پڑا۔ جماعت اہل حدیث جس کا وہ سردار تھا۔ اس کی سرداری بھی گئی۔ اور ساتھ ہی جماعت کا شیرازہ بھی بکھر گیا۔ جتنے! اخبار اہلحدیث جوان کا زبردست آرگن ہے۔ وہ جماعت اہلحدیث پر یوں ماتم کناں ہے "آہ ہم کیا ہیں۔ ہم وہ ہیں کہ ہمارے قویٰ سلب ہو چکے۔ بہادری عنقا ہو چکی اعضاء کمزور ہو چکے۔ حقانی تڑپ ہمارے دلوں سے معدوم ہو چکی۔ بلکہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں۔ کہ تمام اعضاء مر چکے۔ فقط ایک دہن اور اس میں زبان باقی ہے" (اہلحدیث ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء ص۱)

اور سنیئے "بھائیو ہمارے زبانی دعوے تو اس قدر وسیع ہوتے ہیں۔ کہ سننے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ مگر عملی رنگ میں نہ کوئی ہمارا انتظام نہ کوئی ہمارا کام اور نہ ہمارے کوئی مبلغ ہیں۔ اگر ہے تو صرف زبانی جمع خرچ دگر ہیچ۔ برادران ذرا انصاف سے کہیئے۔ ایسی حالت میں اہل حدیث جماعت زندہ ہے یا مُردہ ...... اگر کہا جائے کہ ہندوستان اور پنجاب میں اہلحدیث جماعت مردہ ہے تو بجا ہے۔ بھائیو کیا یہ مقام عبرت نہیں (واقعی مقام عبرت ہے مُبشر) کہ ما انا علیہ و اصحابی پر عامل ہونے کا دعویٰ کرنے والی جماعت اس قدر کس مپرسی کی حالت میں سرگردان ہے کہ اس بے بسی کی حالت کو دیکھ کر اگر زار زار آنسو بہائے جائیں تو بجا ہے" (اہلحدیث ۴ اپریل ۱۹۳۰ء)

قارئین کرام غور فرمائیں۔ جس جماعت کے سردار مولانا ثناء اللہ جیسے فرد ہوں۔ اس جماعت کی حالت اگر ایسی نہ ہو تو اور کیا ہو۔ افسوس تو یہ ہے کہ جماعت اہلحدیث اب بھی توجہ نہیں کرتی کہ اس نحوست کا موجب در حقیقت مولوی ثناء اللہ کا وجود ہے اگرچہ وہ اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ فیصلہ مکہ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ص ۱ پر لکھا ہے۔

"جماعت اہلحدیث میں مدت سے مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کی وجہ سے شدید اختلاف موجود ہے"

پھر لکھا ہے۔ کہ

"مولوی ابراہیم سیالکوٹی ہی وہ پہلے بزرگ ہیں۔ جو حضرت امام مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر (عربی) کو جماعت اہلحدیث کے لئے ایک فتنہ قرار دیا۔ اور کہا کہ مرزائی فتنہ سے یہ زیادہ فتنہ ہے" (فیصلہ مکہ ص ۱) مگر وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

حضرات ذرا غور فرمائیں۔ کہ جماعت اہلحدیث مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے وجود کو کتنا مبارک وجود سمجھتی ہے کہ اول درجے کے مفتن وجود کا خطاب انہیں دیا ہے سبحان اللہ اس سے بڑھ کر مولوی صاحب کی اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ ان کے اپنے ان کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور یہ تمام وبال انپر اسکے زندہ رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی بنا پر ہے اور جماعت اہلحدیث بھی اس لئے پریشان ہے کہ ان کو حقیقی خدا کیطرف سے ایک امام محمد الرسول اللہ صلعم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے آیا مگر انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ مگر ایسے منحوس وجودوں کی پیروی کی جو ان کو لیستدرجھم من حیث لا یشعرون کا مصداق بنا رہے ہیں۔ وہ خود اقراری ہیں کہ

"سب سے زیادہ نقصان جماعت اہلحدیث کو یہ پہونچا۔ کہ عام طور پر مذہبی پابندی۔ مذہبی گرفت اور مذہبی اقتدار جو مسلمانوں کے دلوں سے کم ہو رہا تھا۔ اس اختلاف۔ دھڑا بندی۔ اور پارٹی بازی کی وجہ سے اہل حدیث بھی اس میں مبتلاء ہو گئے۔ دینی غیرت وحمیت۔ عقائد کی پختگی اور مضبوطی جو جماعت کا طرہ امتیاز تھی۔ آہستہ آہستہ آپس کے مقابلہ کی وجہ سے رخصت ہونے لگی۔ بڑے بڑے مخلص۱ کارکن اس رو میں بہ گئے۔ جن حضرات سے بڑی بڑی توقعات وابستہ تھیں وہ بھی دنیا کی سنہری اور روپہلی مصلحتوں کے شکار ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون" (فیصلہ مکہ ص ۱)

حضرت مسیح موعودؑ کے آخری فیصلہ کا نام لے کر دنیا کو گمراہ کرنے والے اہلحدیثو غور کرو۔ تم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ تم عزیز سے ذلیل ہوئے رفیع سے وضیع بنے منتظم سے متفرق ہوئے۔ دیندار سے دنیا دار بنے۔ کیا اب بھی تمہاری آنکھیں نہ کھلیں گی۔ اس کے بالمقابل دیکھو وہ جسے تم ذلیل کرنا چاہتے تھے وہ عزیز اور رفیع بنا۔ وہ جسے تم کمزور کرنا چاہتے تھے وہ قوی بنا۔ تم جسے اکیلا کرنا چاہتے تھے۔ وہ لاکھوں کی ذریت کا روحانی باپ بنا۔ تم جسے بھوکا مرتا دیکھنا چاہتے تھے۔ آج اس کی جوتیوں کی طفیل تمہارے جیسے سینکڑوں فاقہ مست روٹی کھا رہے ہیں۔ جس مولوی کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوا سے مرزا صاحبؑ کی مخالفت ہی سوجھتی ہے۔ کیونکہ اس ذریعہ سے آج روٹی ملنی آسان ہے۔ وہ خدا کا پیارا مسیح تو کامیاب ہو کر اپنے محبوب حقیقی کے ترانے گاتا ہے کہ

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے!
ہمارے کر دیئے اونچے منارے!
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی!
فسبحان الذی اخزی الاعادی!

اس سے جا ملا۔ اب تمہیں بھی چاہیئے۔ کہ حق کو قبول کر کے حقیقی خوشی حاصل کرو۔ اور مولوی ثناء اللہ اور جماعت اہلحدیث کی زبان حالی سے عبرت پکڑو۔ آخر سب کو مرنا ہی یاد رکھیں۔ الیوم یوم العمل ولا حساب وغدا یوم الحساب ولا عمل فاعتبروا یا اولی الابصار۔

والسلام۔ خاکسار عبد الرحمٰن مبشر مولوی فاضل قادیان

کمزوروں اور بوڑھوں کیلئے آبِ حیات ہے

امرت بوٹی ہر قسم کی کمی اور مردانہ کمزوری کے لئے اکسیر اعظم ہے جس کی قدر و قیمت استعمال کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ دل دھڑکتا ہو۔ خون کی کمی ہو۔ چہرہ کا رنگ زرد اور پژمردہ سا ہو گیا ہو۔ سانس پھولتا ہو۔ جریان کی وجہ سے کمر میں درد رہتا ہو۔ قوت مردانہ پانی کی طرح رقیق اور بہتی ہو۔ احتلام کی کثرت اور سرعت کی بیماری لگ چکی ہو۔ جگر کام نہ کرتا ہو۔ قوت ہاضمہ خراب اور بھوک کے نہ لگنے کی ہر دم شکایت رہتی ہو۔ تو اس اکسیر حیات امرت بوٹی کو حاصل کریں۔ قیمت ۲۱ روزہ امرت رس کے عہ

محافظ دندان پائیریا ایک خوفناک مرض ہے طبیب ڈاکٹروں کو ہی معلوم ہے کہ جب یہ مرض بگڑ جاتا ہے۔ تو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مرض کے جراثیم کو ہلاک کرنے اور صفائی کرنے۔ مسوڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے چار ادویات حاصل کریں۔ پائیرس پوڈر ۱ ۔ ۲ پائیرس کریم پائیرس لوشن۔ جملہ قیمت ہر چہار ادویات کا بکس عہ ۱۰/

(فقیر احمد خان احمدی حکیم حاذق جالندھر چھاؤنی پنجاب

اعلان

میرے پاس بعض تبلیغی کتابوں کا ایسا ذخیرہ ہے جو میں ہندوستان بھر کی لائبریریوں میں رکھوانا چاہتا ہوں اس واسطے احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے شہر کی لائبریریوں کے نام اور پتہ سے مجھے اطلاع دیں۔ والسلام۔ (مفتی محمد صادق قادیان)

۱؎ یہ اشارہ سیالکوٹی مولوی ابراہیم صاحب کی طرف ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عیسائی مشن

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(۴)

(شیخ عبد القادر صاحب از لائل پور)

دلیل دوئم ۔ دوسری دلیل جو کہ پادری صاحب نے بتائید الوہیت مسیح زیر عنوان "مسیح نے خدا کی برابری کا دعویٰ کیا" پیش کی حسب ذیل ہے "مسیح کہتے ہیں کہ (مجھے تمام اختیار دیا گیا) یعنی تمام چیزیں میرے باپ سے میرے حوالہ کی گئیں۔ اور سوائے باپ کے کوئی نہیں جانتا۔ کہ بیٹا کیا ہے۔ یا بیٹے کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے۔ (لوقا ۱۰/۲۲ مرقس ۱۱/۲۵) پس علم اور اختیار کے لحاظ سے مسیح اور باپ ایک ہیں"۔

الجواب ۔ واہ پادری صاحب اپنی جہالت کے خوب ہی گل کھلائے اور اناجیل سے عدم علم کے وہ وہ جوہر دکھلائے کہ باید و شاید سبحان اللہ کیا خوب فرماتے ہیں۔ کہ مسیح نے خدا سے برابری کا دعویٰ کیا یعنی (العیاذ باللہ) حضرت مسیح بلحاظ علم و اختیار و دیگر صفات مختص بذات الٰہیہ سے بدرجہ اتم متصف ہو کر خدائے باپ کے اس طرح ہمسر اور برابر ہو گئے۔ کہ ان کے درمیان مابہ الامتیاز ہی کالعدم ہو گیا۔ العجب ثم العجب۔ لیکن ذرا لگے ہاتھ تعصب کی عینک اتار کر ہٹ دھرمی سے بالکل مستعفی ہو کر یعنی انشراح صدر اور صفائے دل سے حضرت مسیح کے مندرجہ اقوال پڑھیں۔ اور پھر اپنی جہالت اور عدم واقفیت پر جتنا بھی نوحہ کریں اتنا ہی کم۔ چنانچہ لکھا ہے (۱) "میرا باپ مجھ سے بڑا ہے" (یوحنا ۱۴/۲۸) (اللہ اکبر کی تعلیم) (۲) "میرا باپ جس نے مجھے انہیں دیا ہے۔ سب سے بڑا ہے"۔ (یوحنا ۱۰/۲۹) (۳) "میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر جو میرے باپ نے مجھے سکھلایا" (یوحنا ۵/۱۹ و ۸/۲۸) (۴) "خدا ایک ہے اور خدا اور آدمیوں کے درمیان **ایک آدمی بھی درمیانی ہے جو یسوع مسیح ہے**" (۱ تمط ۲/۵) نوٹ۔ اس جگہ خدائے باپ کو واحد و یکتا کہا گیا۔ اور خدا سے ایک غیر ہستی یعنی یسوع کو "خدا اور آدمیوں کے درمیان ایک آدمی کر کے پکارا گیا۔ پس بہمہ وجہ مسیح اور خدا کے درمیان درجہ مساوات قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں ایک ناتوان کمزور مخلوق انسان

اور وہاں قوی اور خالق خدا ہے

وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے"

(۵) "پھر اس نے کہا اسی لئے میں نے تم سے کہا تھا۔ کہ میرے پاس کوئی نہیں آسکتا۔ جب تک باپ کی طرف سے اسے یہ توفیق نہ دیجائے"۔ (یوحنا ۶/۴۴ و ۶/۶۵) گویا کہ حق کا راستہ بتلانا مسیح کے اختیار سے باہر تھا۔ جو کہ بعید از شان الوہیت ہے (۶) مسیح خود بخود کاہن نہ بن سکتا تھا۔ بلکہ باپ کے وسیلے بنا۔ (عبرانیوں ۵/۵) (۷) (الف) "میں اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لوں۔ بلکہ اس لئے آیا ہوں۔ کہ خدمت کروں"۔ (متی ۲۰/۲۸) نوٹ۔ اگر حضرت مسیح خدا ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔ کیونکہ خدا تو خدمت لیتا ہے نہ کہ کرتا ہے۔

(ب) متی ۱۲/۱۸تا۱۶ "تاکہ وہ جو یسعیاہ نبی نے (مسیح کے متعلق کہا تھا۔) پورا ہو۔ کہ دیکھو میرا خادم جسے میں نے چنا"۔ (ج) "میں تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں"۔ (لوقا ۲۲/۲۷) (د) "میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں اور نہ بھیجا ہوا اپنے بھیجنے والے سے"۔ (یوحنا ۱۳/۱۶) "جو بات میں نے تم سے کہی یاد رکھو کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں"۔ (یوحنا ۱۵/۲۰) "کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا"۔ (متی ۶/۲۴ لوقا ۱۶/۱۳) بایں صورت ایک ہی خدا تسلیم کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں ملاحظہ ہو افسیوں ۴/۱ و ۶/۹ وغیرہ "پس جبکہ مجھ خداوند اور استاد نے تمہارے پاؤں دھوئے تو تم کو بھی لازم ہے کہ ایک دوسرے کے پاؤں دھوؤ۔ ...... میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے آقا سے بڑا نہیں۔ اور نہ بھیجا گیا اپنے بھیجنے والے سے"۔ (یوحنا ۱۳/۱۳و۱۶) (متی ۱۰/۲۴۔ لوقا ۶/۴۰) یوحنا ۱۵/۲۰) ہمیشہ کی زندگی یہ ہے۔ کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں (یوحنا ۱۷/۳) "جو کام باپ نے مجھے کرنے کو دیئے ہیں ..... وہ میرے گواہ ہیں۔ کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے" (یوحنا ۵/۳۶ و ۶/۵۷ و ۶/۴۴) پس جب کہ یہ امر بپایہ ثبوت پہنچ چکا کہ اناجیل میں جا بجا حضرت مسیح کو خادم نوکر اور بھیجا ہوا کے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ تو بایں صورت کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ آپ کو خدائے مالک اور بھیجنے والے کے برابر قرار دے۔ جب کہ حضرت مسیح بالفاظ واضح کہتے ہوں کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔

نوٹ۔ یاد رہے کہ الفاظ بھیجا ہوا سے مراد رسول ہے۔ چنانچہ (۱) یوحنا ۱۳/۱۶ میں بھیجا ہوا کے معنی حاشیئے میں رسول ہی کئے گئے۔ ملاحظہ ہو انجیل یوحنا ۱۳/۱۶ مطبوعہ ۱۹۰۸ء (۲) پھر اسی یوحنا ۱۳/۱۶ کا فارسی ترجمہ ۱۸۶۲ء کی فارسی انجیل سے حسب ذیل ہے ...... ونہ رسول از فرستندہ خود۔ (انجیل فارسی یوحنا ۱۳/۱۶)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اور نہ رسول اپنے بھیجنے والے سے (بڑا ہے) پس بہمہ وجوہ ثابت ہوگیا کہ بھیجا گیا کا لفظ جو کہ حضرت مسیح کے لئے مستعمل ہوا ہے مراد ایک رسول کے ہیں۔ اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک رسول اور نبی خدا تعالیٰ کے برابر ہو۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک (۸) "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا" (متی ۱۷/۱۹) اچھے خدائے باپ کے ہمعصر اور نجات دہندہ ہیں۔ کہ خود اپنی نیکی سے ہی انکار ہے ؎

مژدہ باد اے مرگ عیسےٰ آپ ہی بیمار ہے

پس جو اس وراء الوریٰ اور مقدس ہستی کے بالمقابل اپنے لئے صفت نیک بھی قبول کرنے سے کانپتا ہے۔ بلکہ اس کا حامل اس واحد و یکتا مالک حقیقی مستجمع جمیع صفات حسنہ کاملہ کو ہی قرار دیتا ہے۔ تو بایں صورت ہم کیونکر اس کو خدائے باپ کا ہمعصر اور برابر قرار دینے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ ناممکن ناممکن ناممکن۔

(۹) کرنتھیوں ۱۵ باب ۲۴-۲۸ سے ظاہر ہے کہ قیامت کے دن ہی حضرت مسیح خدائے باپ کے نیچے ہونگے۔ چنانچہ لکھا ہے "اس کے بعد آخرت ہوگی.... اور جب سب کچھ اس کے تابع ہو جائے گا۔ تو بیٹا خود اس کے تابع ہو جائے گا۔ جس نے سب چیزیں اس کے تابع کر دیں۔ تاکہ سب میں خدا ہی سب کچھ ہو" کیوں پادری صاحب بتائیے۔ اب آپ کے دعوے کدھر گئے کہ "مسیح نے خدا سے ہمسری کا دعویٰ کیا" آپ نہیں بتاتے تو میں بتاؤں۔ کدھر گئے۔ سنئے "ھباً منثوراً کی طرح اڑ گئے" اور کافور ہو گئے۔

(۱۰) "تم میری مانند ہو۔ جیسا میں (پولوس رسول) مسیح کی مانند بنتا ہوں" کرنتھ ۱/۱۱

(ب) "تم سب مسیح میں ایک ہو (گلتیوں ۳ باب ۲۷-۲۸)

(ج) کرنتھیوں ۲ باب ۸/۹ میں لکھا ہے کہ "تم خداوند یسوع مسیح کے فضل کو جانتے ہو۔ کہ وہ اگرچہ دولتمند تھا۔ مگر تمہاری خاطر غریب بنا۔ تاکہ تم اس کی غریبی کی وجہ سے دولتمند بن جاؤ۔ گویا کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جناب یسوع جس مقام کو چھوڑ کر نیچے اترے اسی مقام پر وہ اپنے حواریوں کو پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حواریوں سے کوئی بھی اس مقام ارفع تک نہ پہنچا۔ اس لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ جناب یسوع خدائی کے مقام سے نہیں اترے تھے۔ پس اندریں صورت الوہیت مسیح پاش پاش ہوگئی۔ اور پادری صاحب کا دعویٰ باطل

تلک عشرۃ کاملہ

اس کے علاوہ یسوع مسیح میں صفات الٰہیہ کا فقدان (جس کی کہ تفصیل بخوف طوالت چھوڑی جاتی ہے) حضرت مسیح اور خدائے باپ میں بیّن مابہ الامتیاز قائم کرتے ہوئے پادری صاحب کے دعویٰ کو سرتاپا باطل ثابت کئے دیتا ہے۔

القصہ متذکرۃ الصدر پیشکردہ آیات عشرہ سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرت مسیح ہمیشہ آپ کو خدائے باپ سے کمتر ہی پیش کرتے رہے۔ نہ کہ (نعوذ باللہ) آپکو خدائے باپ سے کوئی ہمسری اور برابری کا دعویٰ تھا۔ پس پادری صاحب آپ کا مسیح اور خدا میں مساوات کا دعویٰ جو کہ آپ نے بڑے کرو فر اور شد و مد سے پیش کیا۔ اب کہاں گیا۔ کیا آپ کا یہ دعویٰ حضرت مسیح کے محولہ بالا اقوال کے بالکل ضد میں نہیں ہے۔ پس توبہ کریں۔ اور رجوع لائیں۔ تاکہ آپ کا یہ گناہ معاف کیا جائے۔ آمین۔

پادری صاحب تو یہ کہتے ہیں۔ کہ خداوند مسیح باری تعالیٰ کے برابر تھے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ بروئے اناجیل حضرت مسیح خدائے باپ تو کیا۔ نصاریٰ کے اقنوم ثالث روح القدس و دیگر فرشتوں بلکہ یہاں تک کہ بعض انبیاء سے بھی آپ کا رتبہ کم ہے۔ چنانچہ اگر اس کا ثبوت مطلوب ہو تو سنیئے۔

اوّل حضرت مسیح روح القدس (جو کہ بزعم نصاریٰ اقنوم ثالث ہے) کو آپ پر فضیلت دیتے ہیں اور اپنا درجہ اس سے کم جتلاتے ہوئے کہتے ہیں۔ (۱) "اس لئے میں (مسیح) تمہیں کہتا ہوں۔ کہ لوگوں کا ہر قسم کا گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا۔ مگر وہ کفر جو روح القدس کے حق میں ہے لوگوں کو معاف نہ ہوگا۔ جو کوئی ابن آدم کے حق میں بُرا کہے اسے معاف ہو سکے گا۔ پر روح القدس کے حق میں بُرا کہے اسے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ نہ اس جہاں میں نہ اس جہاں میں" (متی ۱۲ باب ۳۱-۳۲) (ب) "جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے۔ اس کو معاف ہوگا۔ پر جس نے روح القدس کے حق میں کفر کیا۔ اس کو معاف نہ ہوگا" (لوقا ۱۲/۱۰) (ج) "میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ بنی آدم کے سب گناہ اور کفر جو وے بکتے ہیں۔ معاف کئے جائیں گے۔ لیکن وہ جو روح القدس کے حق میں کفر بکے۔ اسکو معافی ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے عذاب کا سزاوار ہو چکا" (مرقس ۳/۲۹)

اِن آیات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ گناہ دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ایک گناہ صغیرہ اور دوسرا گناہ۔ گناہِ کبیرہ۔ چنانچہ حضرت مسیح اپنے انکار کو اول الذکر یعنی گناہ صغیرہ (جس کی کہ معافی ممکن ہے) میں شامل کرتے ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے روح القدس کے انکار کی تلافی غیر ممکن قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ گناہ موخر الذکر گناہ یعنی گناہ کبیرہ ہے۔ پس جبکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ جتنا کسی کا رتبہ اتنا ہی اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ تو لامحالہ اندریں صورت روح القدس حضرت مسیح سے افضل ٹھہرا۔ کیونکہ اس کے انکار سے ایسا کفر معرض وجود میں آتا ہے جس کی کہ تلافی ناممکن محض ہے۔ لیکن مقابلتاً بخلاف اس کے حضرت مسیح کے انکار کو گناہ صغیرہ قرار دیتے ہوئے قابل تلافی بیان کیا گیا۔ پس نتیجتاً عیسائیوں کے نسخے خداوند روح القدس سے بھی کم ثابت ہوئے وہو المراد۔

دوئم۔ روح القدس تو درکنار بروئے اناجیل حضرت مسیح فرشتوں سے بھی کم ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے (۱) "جو کوئی آدمیوں کے آگے میرا اقرار کرے۔ تو ابن آدم بھی خدا کے فرشتوں کے آگے اس کا اقرار کرے گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس جس نے آدمیوں کے آگے میرا انکار کیا۔ خدا کے فرشتوں کے آگے اس کا انکار ہوگا۔" (لوقا ۱۲/۸-۹) پس اگر تو حضرت مسیح خود خدا اور خدائے باپ کے ہمسر اور برابر تھے۔ تو آپ ہرگز ایسا نہ کہتے۔ کیونکہ یہ خدائے خالق و مالک کے شایاں نہیں۔ کہ وہ اپنی مخلوق فرشتوں کے آگے ایسے کلمات کہے۔ جن سے کہ عجز و انکسار کی بُو آتی ہو۔ پس اگر تو حضرت مسیح خود خدا تھے۔ تو مومن و کافر کی شکایت فرشتوں کے آگے پیش کرنا چہ معنی دارد۔ اور اگر آپ خدا نہ تھے۔ تو بروئے اناجیل آپ فرشتوں سے کم ہیں۔ (۲) جب حضرت مسیح بموقع صلیب نہایت آہ وزاری اور الحاح سے خدائے باپ سے صلیبی موت سے نجات کے متعلق دعا کر رہے تھے۔" تو دیکھو آسمان سے ایک فرشتہ آیا۔ جو اسے قوت دیتا تھا۔ اور وہ جان کنی میں پھنس کے بہت دعا مانگتا تھا۔ اور اس کا پسینہ لہو کی بوند کی مانند زمین پر گرتا تھا۔" (لوقا ۲۲/۴۳-۴۴)

ان آیات کی تشریح میں ناظرین پر ہی چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ خود سوچ لیں۔ کہ کیا خدائے قادر و توانا سے ایسا ہو سکتا ہے۔ اور کیا وہ کسی کی قوت کا محتاج ہے۔ اور پھر اس کی قوت کا محتاج جو کہ اس کا ہی خلق کردہ ہو ہرگز نہیں۔

(۳) مزید برآں پولوس رسول تو بالفاظ واضحہ اقرار کرتا ہے کہ حضرت مسیح اپنے صعود الی السما سے قبل فرشتوں سے کم تھے۔ چنانچہ وہ زبور ۸/۵ کی پیشگوئی (کہ اس کا درجہ فرشتوں سے کچھ ہی کم ہے) پیش کرتا ہے۔ اور اسے مسیح پر چسپاں کرتے ہوئے بالآخر کہتا ہے کہ "البتہ ہم اس کو دیکھتے ہیں۔ جس کا درجہ فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا گیا۔ یعنی یسوع کو..... کیونکہ وہ واقعی فرشتوں کا نہیں۔ بلکہ ابراہیم کی نسل کا ساتھ دیتا ہے" عبرانیوں ۲/۹-۱۶) پس اس آیت واضحہ سے یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرت مسیح اپنی مصلوبیت سے قبل فرشتوں سے بھی کم تھے۔ یعنی بالفاظ دیگر آپ تمط ۲/۵ کے مطابق فقط ایک انسان تھے نہ کچھ اور

سوم۔ پیشتر اس کے کہ میں بروئے آیات واضحہ یہ ثابت کروں۔ کہ جناب یسوع کا درجہ بعض انبیاء سے کم ہے۔ میں یہ امر بپایہ ثبوت پہنچانا لازمی سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح کی حیثیت دنیا میں صرف ایک نبی کی تھی (یعنی آپ زمرۂ انبیاء میں شامل تھے) تا جناب پادری صاحب کو حضرت مسیح کا درجہ بعض انبیاء سے کم مطالعہ کرتے وقت حیرانگی نہ ہو بلکہ اس کے سمجھنے میں سہولت رہے۔ چنانچہ اب اناجیل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح محض ایک رسول اور نبی تھے۔ نہ کہ بزعم نصاریٰ خدائے مجسّم۔ پس جو مقام نبوت و رسالت پر فائز ثابت ہو۔ اس کو کوئی کور باطن ہی ہو تو ہو جو کہ الوہیت کے رُتبے تک پہونچا کر اقنوم ثانی قرار دے۔

پہلا ثبوت۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید حسب ذیل آیات سے بوجہ احسن ہوتی ہے۔

(۱) "اگلے زمانوں میں خدا نے باپ دادوں سے حصّہ بحصّہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا۔" (عبرانیوں ۱/۱و۲) (۲) "کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا۔ کہ میں نے کہا کہ تم خدا ہو۔ جب کہ اس نے انہیں خدا کہا۔ جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔..... ..... پس اس لئے میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں گ (یوحنا ۱۰) پس بلحاظ نزول کلام الٰہی نبی رسول اور بیٹا ایک ہی ہوئے۔ (۳) "میں اسرائیل کے گھرانوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی ۱۵/۲۴) اس کے علاوہ ملاحظہ ہوں بحوالہ جات ذیل جن سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح صرف رسولاً الیٰ بنی اسرائیل ہیں۔

(متی ۲/۶ میکاہ ۵/۲) یوحنا ۱/۴۹ تا ۵۱) متی ۲۷/۴۲ و لوقا ۱/۳۳ و متی ۲۷/۲۹ متی ۱۰/۵ و ۶ و یوحنا ۱۵/۲۴ و متی ۱۵/۲۶ و ۱۰/۲۳ و ۲۸/۱۹۔ یوحنا ۲۱/۱۵ تا ۱۸ رومیوں ۱۵/۸ و ۳/۱ و ۴/۹ و ۲/۲۷-۲۴۔ اعمال ۱۳/۲۳ و ۱۵/۲۳ و ۱۴/۲ و ۱۱/۱ تا ۳۰ و ۱۳/۴ و ۱/۲۸ و ۱۱/۳ ۔ یوحنا ۴/۲۲

پھر لکھا ہے کہ مسیح کی تمثیلوں میں باتیں کرنے کی صرف یہی غرض تھی "تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ (ادھر کے یہودی) رجوع لائیں۔ اور معافی پائیں مرقس ۴/۱۲ و ۱۵ (۴) "اب تم مجھ جیسے شخص کے قتل کی کوشش میں ہو۔ جس نے کہ تم کو وہی حق بات بتائی۔ جو خدا سے سُنی۔" یوحنا ۸/۴۰ (۵) اور جو کلام تم سنتے ہو میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا" (یوحنا ۱۴/۲۴) (۶) کیونکہ جو کلام تو نے مجھے پہنچایا۔ وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا۔" (یوحنا ۱۴/۲۴) (۷) کیونکہ جو کلام تو نے مجھے پہنچایا وہ میں نے تم کو پہنچا دیا..... اور وے ایمان لائے کہ تو ہی نے مجھے بھیجا۔" (یوحنا ۱۷/۸ و ۱۸ و ۲۱ و ۲۳ تا ۲۶) (۸) جو کام باپ نے مجھے پورے کرنے کو دیئے ہیں۔ یعنی یہی کام جو میں کرتا ہوں۔ وہ میرے گواہ ہیں۔ کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے" (یوحنا ۵/۳۶) (۹) جس طرح زندہ باپ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں باپ کے سبب سے زندہ ہوں۔" (یوحنا ۶/۵۷) (۱۰) میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے" (یوحنا ۷/۱۶-۱۸) (۱۱) ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدا کو واحد برحق اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے (یعنی جو تیرا رسول ہے) جانیں" (یوحنا ۱۷/۳) (۱۲) میں نے اور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہت کی خوشخبری سنانی ضروری ہے۔ کیونکہ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں۔ (لوقا ۴/۴۳) (۱۳) میں اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ (یوحنا ۵/۳۰ و ۶/۳۸ و ۴/۳۴) نوٹ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ بھیجا گیا سے مراد رسول ہے۔ (۱۴) اے بھائیو..... اس رسول اور سردار کاہن یسوع پر غور کرو۔ جس کا ہم اقرار کرتے ہیں" (عبرانیوں ۳/۱) (۱۵) یسوع نے انکار نہ کیا کہ میں نبی ہوں" (یوحنا ۴/۱۹) (۱۶) یسوع نے کہا کہ نبی اپنے گھر..... کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا" (متی ۱۳/۵۷) (یوحنا ۴/۴۴) (لوقا ۴/۲۴) (۱۷) مسیح نبیوں میں سے کسی ایک کی مانند نبی ہے" (متی ۶/۱۵) (۱۸) بھیڑ کے لوگوں نے کہا کہ یہ گلیل کے ناصرہ کا نبی یسوع ہے" (متی ۲۱/۱۱) (۱۹) جو نبی دنیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں آنے والا تھا یہی ہے۔" (یوحنا ۶/۱۴) (۲۰) اندھے کی آنکھیں کھولنے پر اسنے کہا کہ "یہ نبی ہے۔" (یوحنا ۹/۱۷) (۲۱) ایک بڑا نبی ہم میں سے اٹھا۔ (لوقا ۷/۱۶) (۲۲) "اے مسیح نبوت سے بتا کہ مجھے کس نے مارا (متی ۲۶/۶۸) (۲۳) "خدا کو ہی سجدہ کر کیونکہ یسوع کی گواہی نبوت کی روح ہے۔" (مکاشفہ ۱۹/۱۰) (۲۴) "اے رسولوں اور نبیوں کی بنیو پر جس کے کونے کے سرے کا پتھر خود یسوع مسیح ہے۔ تعمیر کئے گئے۔" (افسیوں ۲/۲۰) ان آیات سے بوجہ اتم ثابت ہے کہ مسیح نبیوں کی طرح ایک نبی تھے۔ پس خصوصیت اُڑ گئی۔ (۲۵) حضرت مسیح بغیر شریعت کے نبی ہیں۔ ملاحظہ ہوں حوالہ جات ذیل۔ متی ۲۳/۱-۱۲ و یوحنا ۷/۱۹ و ۲۳ پطرس ۱/۲۰ (متی ۷/۱۲ ۴/۱ و ۱۱ و ۵/۱۷ تا ۲۷ ۷/۱۲ یوحنا ۱/۱۷ و ۷/۱۵ و ۲۳ و ۸/۱۷ و ۱۰/۳۵ متی ۴/۱۴ و ۱۲/۱۹ و ۱۱/۱۰ و ۲۱/۴۲ و ۱۳/۱۴ و ۱۵/۱۷ و ۲۱/۴ یوحنا ۱۰/۳۵ و ۸/۱۷ یوحنا ۵/۴۶ و ۴۷) (۲۶) "پہلا آدمی زمین سے یعنی خاکی تھا۔ (آدم) دوسرا آدمی آسمانی ہے جیسے وہ خاکی تھا۔ ویسے اور بھی خاکی ہیں۔ جیسے وہ آسمانی ہے ویسے اور بھی آسمانی ہیں۔ . . . . . . اور ہم بھی اس کی آسمانی صورت پر ہونگے۔" (کرنتھیوں ۱/۱۵ ۴۶ و ۴۹) خصوصیت مسیح کافور ہوگئی۔ (۲۷) "اگر تم موسٰے پر ایمان لاتے ہو تو مجھ پر بھی ایمان لاؤ۔ کیونکہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے" (یوحنا ۵/۴۶) (۲۸) یوحنا ۱/۳۴ متی ۱۳/۵۷ لوقا ۱۱/۱۳۱ و ۳۲ سے ظاہر ہے حضرت مسیح بعض انبیاء سے افضل تھے۔ پس آپ صرف نبی ثابت ہوئے۔ کیونکہ نبی پر ہی نبی اظہار فضیلت کیا کرتا ہے۔ نہ کہ خدا کسی نبی پر۔

دوسرا ثبوت۔ کہ حضرت مسیح زمرۂ انبیا میں شامل ہیں۔ پولوس رسول کے حسب ذیل اقوال ہیں۔

(۱) "اسی طرح تم ملکر مسیح کا بدن ہو۔ اور فرداً فرداً اعضا ہو۔ اور خدا نے کلیسیا میں الگ الگ شخص مقرر کئے۔ پہلے رسول دوسرے نبی۔ تیسرے استاد پھر معجزے دکھلانے والے۔ پھر شفا دینے والے۔ مددگار۔ منتظم۔ طرح طرح کی زبانیں بولنے والے" کرنتھیوں ۱/۱۲ ۲۸-۲۷) (ب) اور اس نے بعض کو رسول اور بعض کو نبی۔ بعض کو مبشر اور بعض کو استاد اور چرواہا بناکر دے دیا۔ تاکہ مقدس لوگ کامل بنیں . . . . اور مسیح کا بدن ترقی پائے جب تک ہم سب کے سب خدا کے بیٹے کے ایمان اور اس کی پہچان میں ایک نہ ہو جائیں۔ اور کامل انسان نہ بنیں۔ یعنی مسیح کے پورے قد کے اندازے (یا مسیح کو پوری طرح نہ پہن لیں (گلتیوں ۳/۲۷-۲۸) تاکہ ہم آگے کو بچے نہ رہیں۔ (افسیوں ۴/۱۱ تا ۱۴) (ج) ایسے ہی ہم جو بہت سے ہیں۔ مسیح میں ہو کے ایک بدن ہوئے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے عضو . . . . . الخ (رومیوں ۱۲/۵ تا ۸) (د) میں زیادہ تر یہی چاہتا ہوں۔ کہ تم نبوت کرو۔" (کرنتھیوں ۱۴/۱ تا ۶) افسیوں ۱/۲۳ و ۵/۲۳-۳۰) فلپیوں ۱/۲۴ وغیرہ ان آیات سے ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح کے دعاوی میں دعوای الوہیت شامل نہیں۔ بلکہ آپ کے دعاوی کی تفصیل رسول۔ نبی۔ مبشر چرواہا اور استاد تک ہی محدود ہے۔ کیوں حضرت مسیح کے ان تمام منصبوں کو مجموعتہً پولوس رسول مسیح کا بدن کہتا ہے اور فرداً اس کے بدن کا عضو لیکن قطع نظر اس کے اگر حضرت مسیح کے زمرۂ دعاوی میں دعوئ الوہیت بھی شامل ہوتا۔ تو پولوس رسول کے لئے یہ امر لازم تھا۔ کہ وہ آپ کے بدن کی تقسیم میں دعوئ الوہیت بھی رکھتا۔ لیکن برخلاف اس کے آپ کے بدن کے اعضاء (یعنی آپ کے منصب) رسول نبی۔ مبشر۔ چرواہا اور استاد قرار دیئے جاتے ہیں۔ جو کہ شاہد ناطق ہے اس بات پر کہ آپ کے دعاوی میں دعوئ الوہیت شامل نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ نے کوئی ایسا دعویٰ کیا۔ مزید برآں طرفہ یہ کہ متذکرۃ الصدر آیات سے ظاہر ہے کہ ان تمام منصبوں کا حصول لازمی ہے۔ گویا کہ حصول مراتب مذکورہ ہر ایک مسیحی کا مطمع نظر ہونا چاہیئے۔ اور مسیحی اپنے اس نصب العین کو عملی جامہ پہنا کر بصورت کامیابی "مسیح کے پورے قد کے اندازے تک پہنچ جاتا ہے۔" یعنی بالفاظ دیگر وہ بلحاظ مرتبہ مسیح کا مثیل بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس آخیری درجہ کو مذکورہ آیات میں کامل انسان کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ گویا کہ مسیح کا کل بدن بننا یا کامل انسان ہونا مترادف ہے۔ پس اگر تو کامل انسان بن کر (جیسے کہ پولوس رسول نے بھی ان الفاظ میں بننے کی تاکید کی ہے "تم میری مانند بنو جیسا میں مسیح کی مانند بنتا ہوں۔ (کرنتھیوں ۱/۱۱ گلتیوں ۳/۲۷-۲۸) کوئی مسیحی یا کلیسیا (کیونکہ اس کو بھی مسیح کا کل بدن قرار دیا گیا) خدا بن سکتی ہے۔ تو پادری صاحب بھی حضرت مسیح کو مدعی الوہیت قرار دینے کے مجاز ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے مسیح کا کامل بدن بننے کے لئے خدا ہونا شرط نہیں۔ یا مسیح کے بدن کے اعضاء یعنے منصبوں میں خدائی کا منصب شامل نہیں۔ تو بصورت ہذا پادری صاحب کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ حضرت مسیح کو مدعی الوہیت قرار دیں۔ بلکہ اندریں حالت آپ صرف نبی۔ رسول۔ استاد اور مبشر وغیرہ ثابت ہوئے۔ جن کے کہ مجموعہ کو پولوس رسول کامل انسان کے نام سے پکارتا ہے۔ پس نتیجہً حضرت مسیح نبی رسول اور کامل انسان ثابت ہوئے نہ کچھ اور۔

یہ امر بپایہ ثبوت پہنچانے کے بعد کہ حضرت مسیح "نبیوں کی مانند ایک نبی ہیں" اب میں اپنے اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہ ثابت کرتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح کا درجہ بعض انبیاء سے کم ہے (۱) چنانچہ اناجیل سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح حضرت یوحنا سے (بوجوہ ذیل) کم درجہ رکھتے تھے۔

(۱) حضرت مسیح حضرت یوحنا کے مرید بنے اور ان سے اپنے گناہوں کی معافی کا بپتسمہ پایا۔ (متی ۳/۱۳ تا ۱۷) پس جیسا کہ آپ نے حضرت یوحنا کی بیعت کی تو اس میں کلام نہیں کہ چھوٹا بڑے سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بپتسمہ پاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے ملک صدق سے عبرانیوں ۷ سو بدیں وجہ لاریب حضرت مسیح اپنے روحانی باپ یعنی سینٹ یوحنا سے کم ثابت ہوئے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ اناجیل سے ثابت ہے۔ کہ حضرت یوحنا کا بپتسمہ گناہوں کی معافی کا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے (۱) اور یوحنا یردن کے سارے آس پاس کے ملک میں آ کے گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا رہا۔ (لوقا ۳/۳) متی ۳/۱ (۲) یوحنا بیابان میں بپتسمہ دیتا تھا۔ اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا...... اور سبھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے یردن کے دریا میں اس سے بپتسمہ پایا......

اور انہی دنوں میں ایسا ہوا۔ کہ یسوع نے ناصرت جلیل سے آ کر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا۔ (مرقس ۱/۴-۵-۹) پس جیسا کہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت یوحنا کا بپتسمہ گناہوں کی معافی کا تھا۔ تو لازماً حضرت مسیح نے بھی حضرت یوحنا کے ہاتھ پر اپنے گناہوں کا اقبال کرتے ہوئے بپتسمہ پایا۔ اس لئے بدیں وجہ بھی آپ کا درجہ یوحنا سے کم ثابت ہوا۔

(ب) حضرت مسیح فرماتے ہیں ”پھر تم کیا دیکھنے کو گئے تھے۔ کیا ایک نبی کو۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں۔ بلکہ نبی سے بڑا...... میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے۔ ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں“ (متی ۱۱/۹-۱۱) پس جس طرح کہ حضرت یوحنا صرف عورت سے × ہاں مقدسہ مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اس لئے بمطابق آیت مذکورہ آپ یوحنا نبی سے کم ثابت ہوئے۔

(ج) ”شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں“ (متی ۱۰/۲۴) حضرت مسیح نے یوحنا کے ہاتھ پر بپتسمہ پایا۔ اس لئے یوحنا کے آپ شاگرد ہوئے۔ اور شاگرد استاد سے بڑا نہیں۔ (د) حضرت مسیح کو یوحنا کی فضیلت خود مسلم ہے چنانچہ لکھتے ہیں ”کیونکہ یوحنا کھاتا پیتا نہیں آیا۔ اور وے کہتے ہیں۔ کہ اس پر ایک دیو ہے۔ ابن آدم کھاتا پیتا آیا۔ اور وے کہتے ہیں۔ دیکھو ایک کھاؤ اور شرابی اور محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار“۔ (متی ۱۱/۱۸-۱۹)

× اسی طرح حضرت مسیح بھی صرف عورت سے پیدا ہوئے۔ اور انکی پیدائش میں مرد کا کوئی دخل نہ تھا (دیکھو لوقا ۱/۲۶-۳۸)

علاوہ بریں یوحنا کے متعلق روح القدس کی پیشگوئی تھی ”وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا۔ اور نہ مے اور نہ کوئی اور نشہ استعمال کرے گا“۔ (لوقا ۱/۱۵)

لیکن وائے افسوس عیسائیوں کے خدا پر کہ وہ اس چیز کو جو کہ حرام ہے اور انسان کو خراب کرتی ہے ہو(بہ) غٹا غٹ نوش فرما کر ڈکار تک نہ لیتے تھے۔ (لوقا ۱/۱۶) (متی ۱۱/۱۹) پس فضیلت کس کی ہوئی۔ ایک شرابی کی یا اس کی جو کہ خداوند کے حضور بزرگ اور مے و دیگر مسکرات اشیاء سے کوسوں دور تھا۔

نوٹ۔ اس کا مزید ثبوت کہ عیسائیوں کے خداوند یسوع شراب پیا کرتے تھے۔ یہ ہے کہ نصاریٰ کے سرکردہ پادری عماد الدین صاحب متوفی اور پادری مارٹن کلارک صاحب اپنی تفسیر انجیل موسومہ بہ خزانۃ الاسرار مطبوعہ لدھیانہ مشن پریس ص ۱۸۷ میں زیر آیت مذکورہ (کہ یہودی کہتے ہیں) دیکھو ایک کھاؤ اور شرابی الخ) لکھتے ہیں۔

”اس کو انہوں نے شرابی کہا کیونکہ مسیح نے شراب بھی پیا ہے“۔ پس اب

خداوند یسوع کے شرابی ہونے میں کیا شک رہا (۴) یوحنا ماں کے پیٹ ہی سے جبکہ وہ ابھی چھٹے مہینے میں تھا۔ روح القدس سے بھر گیا۔ لیکن جناب مسیح تیس کے ہو چکے تھے۔ جب ان پر روح القدس اترا۔ اور اس سے قبل آپ روح القدس کے جلال سے ناواقف محض تھے۔ یوحنا ۷/۳۹ لوقا ۱/۱۶ و ۷/۲۲) پس بدیں وجہ یوحنا مسیح سے افضل ٹھہرے

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض

پس جبکہ متذکرۃ الصدر بیّن دلائل سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرت مسیح خدا تو درکنار بلکہ بعض انبیاء سے بھی کم تھے۔ تو اندریں صورت آپ کو خلعتِ الوہیت سے ملبوس اور تاج الوہیت سے مزین کر کے مسندِ الوہیت پر بٹھانا کہاں کی دیانت داری ہے۔ ففھم وتدبّر۔

والسّلام

(خاکسار عبد القادر)

احمدی مشن

”احمدیت کی آواز“

بظاہر ایک معمولی مگر غایت درجہ مؤثر آواز کس مپرسی کی حالت میں ایک گمنام بستی سے بلند ہوئی نہ معلوم اس آواز میں کیا اثر، کیا جادو۔ اور کیسی مقناطیسی کشش تھی کہ جہاں پہنچی اور جدھر سے بھی اس کا گزر ہوا۔ فوراً ہی اس نے اپنا اقتدار جمالیا۔ اور اپنے سحر آفریں نغموں سے سعادتمند قلوب کو مسحور کر لیا۔ ان کے جملہ خیالات اور حقانیت سے پُر جذبات کی مالک بن گئی۔ غرضیکہ جسطرح ایک بے حد حسین اور سراپا کمال وجود کے سامنے انسان بے دست و پا اور مبہوت سا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ اور ہر ممکن طریق سے اسکو خوش کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ ہاں۔ ہاں بعینہٖ اسی طرح اس حق پرست۔ باطل شکن۔ اور اعماق دل سے نکلی ہوئی جذبات انگیز پیاری صدا کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ فتح و کامرانی کا تابدار سہرہ اسکی آبدار پیشانی پر راست آیا۔ وہ حقانیت سے لبریز صداقت سے معمور آواز، محبوب حقیقی کی خوشنودی رضاء اور وصال کی خاطر زندہ رہی۔ اسی کی عظمت اور جبروت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو پھیلانا اس نے اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیا۔ حق کے قیام و لبقاء کے لئے ہاں .... صرف اسی خاطر! اسے مخالفوں اور معاندوں کی بھڑکائی ہوئی آگ کے خوفناک شعلوں میں کودنا پڑا۔ لیکن محض خدا کے فضل سے وہ صحیح وسلامت پار ہو گئی۔

اس آواز نے اپنی بے مثل جد و جہد سے اکناف عالم کے مردہ دلوں میں ایثار قربانی کی شمع روشن کر دی جس روشن صدا کی ضیا باریوں نے دنیا کے ظلمتکدوں کو بقعۂ نور بنا دیا۔ اور دنیا کے بے حس اور مُردہ قالب میں زندگی کی ایسی روح پھونک دی جو اس کی ابدی زندگی کا پیش خیمہ ٹھیری اور ہمیشہ کی فلاح کا بہترین مستقبل!

اگر یہ آواز کسی وقت سرزمین ہندوستان میں آئی اور اپنا عالمگیر اثر پیدا کیا۔ تو دوسرے وقت وہ افریقہ کے لق و دق و بے آب و گیاہ صحراؤں میں گونجتی ہوئی نظر آئی۔ اور ان کو ہمہ تن وارفتہ کرتے ہوئے اپنی عدیم النظیر کامیابی اور اثر کا ثبوت دیا۔ پھر اگر وہ ایک وقت عرب کے تپتے ہوئے ہولناک ریگستانوں میں جہاں ایک ایک ذرہ قیامت کا نمونہ تھا۔ جہاں کے باشندے وحشی! اکھڑ۔ حد درجہ خونخواری اور درندگی کے مجسمہ اور دل کے پتھر تھے۔ جن کی پیہم اور متواصل طاغوتی کوششیں حق کے نیست و نابود کرنے میں ذرہ بھی بس نہ ہوتی تھیں۔ لیکن وہ صدا ان کی خوں آشام تلواروں کے سائے میں بڑھی۔ اور ان کے قلوب کو اپنے دلفریب نغموں سے والہ و شیدا بنایا۔ تو دوسرے وقت بھی بلند و بالا آواز انگلستان امریکہ اور ایشیا میں اپنی پوری کشش کے ساتھ سنائی دی۔ اور وہاں اپنے دلکش ترنم اور فردوس گوش صحرائی زمزمے سے آن واحد میں ان کے نخوت و غرور سے معمور قلوب میں ایک وجدانی کیفیت پیدا کرتے ہوئے دم بھر میں اپنا مطیع کر لیا۔

ہاں۔ ہاں۔ وہی آواز ... صداقت کی سچی روح اور راستی کی مجسمہ جب کابل کی ظالم۔ خون کی پیاسی وحشت ناک۔ سنگلاخ چٹانوں میں پہونچی تو وہاں بھی اس نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ وہاں کی ہولناک زمین سے گھبرائی نہیں۔ خون کے پیاسے بربریت کے مجسموں سے خائف و مرتعش نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ گونجی اور پورے رُعب و اقتدار اور حوصلہ آفریں انداز میں بلند ہوئی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خالق ارض و سماء اور عزیز و حکیم ہستی اسکی پشت پناہ تھی۔ چنانچہ وہ تمام مصاحب و شدائد کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوئی کامیاب و کامران۔ فرخنداں و شاداں اپنے فرض منصبی کو حق المقدور سر انجام دیتی ہوئی سرزمین کابل میں ایک انقلاب اور لرزہ کی صورت پیدا کر دی۔ چنانچہ آج بھی سرزمین کابل کا ذرہ ذرہ اس انقلاب اور تغیر کا پتہ دے رہا ہے۔

ہاں۔ وہی آواز شام و فلسطین کے سرسبز مرغزاروں صباحت آگین اور خوشنما ٹیلوں پر بلند ہوئی۔ محبت بھری داستانوں اور الفت بھری کہانیوں سے اس پیارے آقا کے پیارے پیغام کو دلنواز انداز میں پہنچاتے ہوئے فیض و ہدیٰ کے سرچشموں سے سیراب و شادکام کیا۔

پھر وہ چین اور جاپان کی تجارتی منڈی میں پہونچی۔ اور وہاں کی دنیاوی تونگری اور روحانی بدحالی پر نظر کی تو وہاں بھی باستعداد ربانی پیارے آقا کا آسمانی پیغام لے پہنچی اور محبت الٰہی کے دل خوشکن پیغام سناتے ہوئے توحید و عرفان کا ڈنکا بجایا۔ محبوب ازلی اور خالق حقیقی کے وصال کی راہیں بتائیں۔

پھر یہی آواز سمندروں کی پُرشور موجوں کو چیرتی ہوئی مصائب و شدائد کی دل شکن لہروں کا مردانہ وار مقابلہ کرتی ہوئی سماٹرا اور جاوا کے جزائر میں پہنچی۔ اور آسمانی پیغام جا سنایا۔ یہ پیغام اتنا موثر ثابت ہوا۔ کہ اہل سماٹرا و جاوا کو سوائے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہ بن پڑا۔

یہ دلچسپ گیت یہیں تک نہیں رہے۔ بلکہ اپنے پُرکیف نغموں سے اِسنے روس کو بھی خالی نہ چھوڑا۔ اور اپنے پیارے آقا کی نورانی ضیا پاش کرنوں سے روس کی تاریک و تار وادیوں کو روشن کرتی ہوئی فتح و کامرانی۔ کامیابی۔ ظفرمندی کا علم بلند کیا۔

محترم قارئین! کیا آپ سمجھے وہ کس کی اس قدر پُرشوکت آواز تھی۔ اور کس ذی اقتدار ہستی اور کس تجلی کے اثر والی قوت قدسیہ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے تھی۔ سنو! وہ خدا کے پیارے فرستادہ مسیح موعودؑ کی صدا تھی۔ جو قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق سرزمین قادیان میں مبعوث ہوا۔ جس کی باطل شکن صدا اور زور قلم کو مخالفین نے تسلیم کیا۔ جس نے اپنی جادو بیانی سے لاکھوں سعادتمند دلوں اور سینکڑوں پاکیزہ بلبلاتی روحوں کو مسحور کر دیا۔ جس نے ہزاروں ظلمتکدوں میں انوار الٰہی کی شمعیں روشن کر کے بقعہ نور بنا دیا۔ جس نے اسلام کی تبلیغ کا ایسا حق ادا کیا۔ جس کی نظیر پچھلی تیرہ صدیوں میں نہیں ملتی۔ اور دنیا بھر کے تاجداروں تک دین حق کی دعوت پہنچائی۔ جس نے مذہبی دنیا میں ایک ہلچل ڈالدی۔ اور عام بیداری پیدا کر دی۔ جس نے الٰہیات کے بہت سے دقیق اور مشکل مسائل کو ایسے دلنشیں پیرایہ اور سہل و سلیس عبارات میں بیان کیا۔ کہ گویا پانی کر کے بہا دیا۔ بالکل آسان و عام فہم کر دیا۔ جس کی نظیر اردو زبان میں کسی اور مذہب کا لٹریچر پیش نہیں کر سکتا۔

جس نے اسلام کی حمایت اور مخالفین کی تردید میں اسّی سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کئی بڑی بڑی ضخیم ہیں۔ جن سے مذاہب باطلہ پر اسلام کی حجت تمام کرنے کے بہت سے کاری حربے ایسے دیئے جس سے اُسکے دشمن تک فائدہ اٹھاتے اور اعدائے دین کے مقابلہ میں مستعار سرخروئی حاصل کرتے ہیں۔

جس نے شرک و توحید کی حقیقت سے جس سے لوگ اعتقاداً و عملاً بالکل بیگانہ ہو چکے تھے۔ اس خطرناک تاریکی سے نکالا۔ جس نے قرآن کریم کے شروع سے آخر تک بارلبط۔ غیر منسوخ۔ قابل عمل ہونے کو ثابت کیا۔ اور اس کے وہ حقائق و معارف کھولے جس سے روح کو ایک غیر فانی بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے درحقیقت خدا تعالیٰ کا کلام ہونے پر ایمان۔

جس نے دہریت اور مادہ پرستی کے مسموم طوفان سے اسلام کو جو سخت خطرے میں پڑ چکا تھا۔ اور مسلمان اس کی طرف سے مایوس و غافل اور چارہ کار سے عاجز ہو گئے تھے۔ نہایت زبردست اور مسکت دلائل سے پیش کیا اور بتایا۔ کہ اسلام کو کسی سائنس یا علوم و فنون اور سفلی ترقیات کی زد میں آنے سے ذرا بھی گزند نہیں پہنچ سکتا۔ وہ تمام علوم حقہ کا مددگار ہے۔ اور ہر طرح کی حقیقی ترقی کا معاون۔

جس نے اُمّی ہو کر ایک گمنام بستی میں بیٹھ کر عربی و فارسی۔ اردو کی فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے دنیا بھر کے ادیبوں کو خاموش کر دیا۔ جس نے رسول عربی (فداہ امی و ابی) کے شاندار فضائل جو مسلمانوں کے درمیان محض رسمی اور خوش اعتقادی کے رنگ میں مشہور اور مسلّم تھے۔ ان کو ایسے موہ لینے والے اور عاشقانہ جوش و ولولے سے پیش کیا اور ثابت کر دیا کہ جس سے ہر ذی علم محقق تڑپ اٹھا۔

غرض کہ وہ دلکش آواز تاریک دنیا پر ایک مہر منور کی طرح ثابت ہوئی۔ جس نے تمام قسم کی تاریکیوں کو دور کرتے ہوئے ... انوار الٰہی کی ایسی دلفریب شمعیں روشن کیں۔ جس سے تمام عالم روشن ہو گیا۔ اور دشمنوں کو بھی اس کے چمکتے ہوئے کارناموں کا معترف ہونا پڑا۔ اس خدا کے پیارے کی فقید المثال قربانیاں اور عظیم الشان خدمات اسلامیہ کچھ ایسی نہ تھیں جو ایک دنیا کو گرویدہ نہ بنا لیتیں۔ اور آپ کی پر کیف۔ روح پرور۔ روحانیت افزا تقاریر سے روح ایک غیر فانی مسرّت و فرحت حاصل نہ کر لیتی مگر آہ ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

وہ پیکر ایثار خدا کا پیارا فرستادہ! جس کے نقطے نقطے میں ایک نکتہ اور بات بات میں از ہائے معرفت کا ایک خزانہ تھا جس نے بہت سے تیرہ باطنوں کو مجسمہ نور بنا دیا۔ اور ان میں بجلی کی سی قوت عمل بھر دی۔ اب بھی اپنے قائم مقام اور جانشینوں کی شکل میں کار فرما ہے۔ وہ خدائے غیور آپ کی عدیم النظیر جاں نثاریوں کی حیات بخش یاد کو تا دم گیتی فخر و اعزاز سے زندہ رکھے گا۔ آپ کی روح نواز تصویر دنیا کے حقیقت بین۔ حق شناس قلوب پر ہمیشہ چھائی رہے گی۔ آپ نے تبلیغی سرگرمیوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اور سماٹرا۔ جاوا۔ چین۔ جاپان روس۔ کابل۔ عرب۔ شام۔ مصر۔ فلسطین۔ لنڈن امریکہ۔ مارشیش وغیرہ میں اپنی مساعی جمیلہ کے باعث وہ پودے جو آپ نے تیز تند آندھیوں اور جُھلس دینے والی ہواؤں میں لگائے تھے خدا کے فضل سے آج پُر شوکت و تناور درخت نظر آ رہے ہیں۔

پس یہ خدا کا فضل تھا۔ جس نے ایک بظاہر معمولی آواز میں اسقدر رعب و اقتدار بخش کر اور اس کو اس قدر کامیابیوں سے سرفراز فرما کر دنیا کے لئے ایک نشان قائم کیا۔

پس آؤ کہ اسی آواز کی اطاعت میں سرخروئی اور اسی آواز پر لبیک کہنے میں ہمیشہ کی فلاح ہے کیونکہ خدا کا پیارا فرستادہ جس کی یہ آواز تھی۔ اس نے مخالفین کی کوششوں کو دیکھ کر پہلے سے ہی یہ بتا دیا تھا۔ اور اس بات کو واضح اور کھلے طور پر بیان فرما دیا تھا۔ کہ یہ درخت بڑھے گا۔ پھلے گا اور پھولے گا۔ اور تمہاری تمام تر طاغوتی کوششیں عبث رہیں گی۔ چنانچہ فرمایا "مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں کہ ان کے ہاتھ سے اُکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مردے تمام جمع ہو جاویں۔ اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں۔ تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل میں بنا کر ان کے منہ پر مار یگا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو۔ اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بد دعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کیا بگاڑ سکتے ہو۔ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا تو اس امت پر رحم کر" (ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴ صک)

پس اے سعید روحو! آؤ کہ تمہاری تمام تر کامیابی اس خدا کے فرستادہ کے ماننے میں ہے جس کا ماننا تمام کامیابیوں کی کلید ہے ٭

(احقر ملک نذیر احمدؐ ریاض مولوی فاضل)

اطلاع

[illegible]

... انشاء اللہ ... باقاعدہ ...

(منیجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

خواجہ غلام رسول کاٹھ پورہ کا سیاہ افترا

نہ چادر سے تم پاؤں باہر نکالو!
گریباں میں اپنے ذرا مونہہ تو ڈالو!

یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی کے دل میں کجی پیدا ہو جائے تو اس کا اثر لازماً انسان کے دیگر قویٰ پر بھی پڑتا ہے۔ اس کج دل کی آنکھ ہر ایک سیدھی بات کو ٹیڑھی دیکھتی ہے۔ چلتا ہے تو ٹیڑھا۔ کھاتا ہے تو ٹیڑھا۔ لکھتا ہے تو ٹیڑھا۔ پیتا ہے تو ٹیڑھا ایسے بدبخت انسان کے دل کے لئے کوئی نسخہ کارگر نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس کو ایک عظیم الشان اپریشن کر کے اس کے دل کو سیدھا نہ کیا جائے۔ اس کی تازہ مثال اگر دیکھنی ہو۔ تو خواجہ غلام رسول کاٹھ پورہ کشمیر کے جد میں ملاحظہ کر لو۔ یہ شخص پہلے احمدی تھا۔ اپنی بدعملیوں اور بد اخلاقیوں کی وجہ سے جن کے لکھنے سے حیا مانع ہے۔ حضور امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس کو جماعت سے خارج کر دیا۔ اگر اس کی تحقیقات کرنی ہو تو اخبار البرق سرینگر کشمیر کے فائل در فائل موجود ہیں۔ (ناظرین کرام سے یہ امر مخفی نہ رہے کہ اخبار مذکورہ کے ایڈیٹر اہل پیغام سے تعلق رکھنے والے مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل کے فرزند اکبر ہیں۔) بعد از اخراج معافی کے لئے بہت رٹ پیٹا۔ جب مایوسی کی حالت دیکھی۔ تو اخبار پیغام صلح مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اپنی بیعت کا اعلان کروا دیا۔

حالانکہ اہل پیغام کے مایہ ناز عالم مولوی محمد عبداللہ صاحب اور ان کے فرزند اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اور! ضد اور تعصب اور حق کی مخالفت نیز اسنیا ناس تو کسقدر جھوٹ کہلا کر ایمان سے بھی خیرباد کرا دیتا ہے۔ چنانچہ اسی اخبار کے ص۱۲ پر لکھتا ہے کہ مناظرہ ناریگام دیوسر اور مناظرہ یاڑی پورہ میں قادیانی مبلغ نے نبوت مسیح موعودؑ کا سرتاپا غلط مسئلہ ایسے طور پر پیش کیا جس سے میری توجہ ہٹ گئی۔ اس کا جواب صرف یہی ہے۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ حالانکہ ہر دو مناظروں میں جو کامیابی احمدیوں کو ہوئی۔ اس سے بچہ بچہ بھی واقف ہے۔ کئی ایک غیر احمدیوں اور غیر مسلم اشخاص کی تحریری شہادتیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ آگے چلکر ایک خطرناک افترا پردازی کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ خلیفہ قادیان سے میں نے زبردست مطالبات کئے جس کی وجہ سے مجھے اور میری بیوی کو جماعت سے خارج کیا گیا۔ افسوس کہ خواجہ صاحب نے کسقدر افترا پردازی اور حق پوشی کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے ؎

نہ خوف خدا ہے نہ محشر کا کھٹکا!
خزاں اس کی داڑھی پہ کیا چھا رہی ہے!
بہت ہی بُرا حال اس کا ہوا ہے!
کہ منجدھار میں ناؤ ٹکرا رہی ہے!
چلی غیب سے کچھ ہوا ایسی حضرت!
کہ دل کی کلی سخت مرجھا رہی ہے!

جھوٹ مکر و فریب تو خواجہ صاحب کے نزدیک کسی چیز کا نام ہی نہیں۔ ارے میاں خواجہ وہ کون سے مطالبات تھے جو تم نے حضور امیر المومنین کی خدمت میں پیش کئے۔ جس کی وجہ سے تمہیں اور تمہاری بیوی کو خارج کیا گیا۔ مطالبات تم نے کیا کرنے تھے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ یہ صرف تم جیسے لم ٹیق۔ جھگڑے کے گندے دماغ کا اور متعفن دل کا من گھڑت افترا ہے۔ اب تم اہل پیغام کو دھوکہ دیکر ان کو دام تزویر میں پھنسانے کی بے سود کوشش کر رہے ہو۔ اگر میں چاہتا تو خواجہ غلام رسول کا راز طشت از بام کر دیتا۔ لیکن میرے پیارے آقا کی یہ تعلیم نہیں۔ کہ ہم کسی کی خاطر اپنے اخلاق کو خراب کریں۔ اب بھی میں خواجہ صاحب کو مہلت دیتا ہوں۔ کہ وہ جھوٹ اور افترا پردازی سے باز آ جائے ورنہ میں تمام حالات لکھنے پر مجبور ہوں گا۔ یوں تو اہل پیغام کے سرکردہ عالم کے فرزند ایڈیٹر اخبار البرق تمہارے دانت کھٹے کر چکے ہیں۔ اگر تم سچے ہوتے اور تم میں کوئی صداقت ہوتی۔ تو اس کا جواب آج تک کیوں نہ دیتے۔ پھر تمہارا یہ لکھنا کہ میں نبوت مسیح موعودؑ کی وجہ سے علیحدہ ہو گیا۔ یہ تمہارا سراسر افترا ہے۔ ارے خواجہ میاں خدا سے ذرا شرماؤ۔ اپنی جان پر ظلم مت کرو۔ اگر واقعی سچ ہے۔ تو آؤ مرد میدان بنو۔ پیغامیوں کے سامنے ناک رگڑنے کی ضرورت نہیں۔ خدائی عدالت سے فیصلہ مانگیں تا حق اور جھوٹ میں فرق ظاہر ہو جائے۔

میں اس بات پر **قسم اٹھانے کیلئے تیار ہوں** کہ "خواجہ غلام رسول نے نہ ہی کوئی مطالبات حضور کی خدمت میں پیش کئے اور نہ ہی مناظرہ ناریگام اور یاڑی پورہ میں اس کی توجہ ہٹ گئی۔ صرف اپنی بدعملیوں کی وجہ سے خارج کیا گیا۔ **تمہارے لئے یہ قسم ہے** کہ "ہر دو مناظروں میں قادیانی مبلغ نے نبوت مسیح موعودؑ کا مسئلہ سرتاپا غلط طور پر پیش کیا۔ جس سے میری توجہ ہٹ گئی۔ اور زبردست مطالبات خلیفہ قادیان کو لکھے جس کی وجہ سے مجھے اور میری بیوی کو جماعت سے خارج کر دیا"!

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب دیکھا جائے گا۔ میاں جی میدان میں آتے ہیں یا چوہیا کی طرح بل میں گھس جاتیں گے۔

اے خواجہ زر پرست سنو اور غور سے سنو خلیفہ قادیان لکھ کر ہمارا دل مت دُکھاؤ۔ یہ مسلمہ امر ہے۔ اگر ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی عزت میں فرق آرہا ہو۔ اور ہم بے غیرت ہو کر چپ ہو رہیں تو یہ ہمارے لئے موت سے بدتر بلکہ ابدی لعنت ہے ہمارا پیارا آقا جو کہ موعود خلیفہ ہے۔ ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اور ہم اپنی ہر قسم کی عزت کو اس پر نثار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جسمانی اور روحانی طور پر سب سے بڑھ کر ہیں۔ بلکہ ان کے لئے خدائی وعدہ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی!
فسبحان الذی اخزی الاعادی!

خواجہ صاحب تم لوگوں نے ہمارا نام محمودی رکھا ہے۔ اگرچہ تم جیسے زر پرستوں کو یہ نام اچھا نہ لگتا ہو۔ مگر ہم تو دل و جان سے اس نام پر قربان ہیں۔ دیکھو یہ کیسا مبارک سلسلہ ہے کہ ہم محمدی بھی ہیں۔ احمدی بھی ہیں۔ محمودی بھی ہیں۔ حضور خاتم النبیین رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم محمدؐ بھی تھے۔ احمدؐ بھی تھے۔ محمود بھی تھے۔ پھر جناب مسیح موعودؑ بروزی محمدؐ بھی تھے احمدؑ بھی تھے۔ مہدی محمود بھی تھے۔ پھر ہمارے فضل عمر نائب محمدؐ بھی ہیں خلیفہ احمد بھی ہیں۔ محمود بھی ہیں۔ الحمد للہ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ پس یہ سلسلہ کیا ہی بابرکت سلسلہ ہے۔ جس کی ابتدا بھی حمد سے ہے۔ اور وسط بھی حمد سے ہے اور انتہا بھی حمد سے ہے۔

اب میں خواجہ غلام رسول اور باقی اہل پیغام سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ تم کون ہو۔ اور کس قطار میں شمار ہوتے ہو۔ کیا تم محمدی ہو؟ ہرگز نہیں! کیونکہ تم کہتے ہو کہ حضرت موسےٰ کے سلسلہ کے مسیح نبی تھے مگر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مسیح نبی نہ تھے تم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شان سے گھٹاتے ہو۔ اس لئے تم محمدی بھی نہیں۔ پھر کیا تم احمدی ہو؟ ہرگز نہیں! کیونکہ تم کھلے کھلے لفظوں میں کہتے ہو کہ مسیح موعود نبی نہ تھے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰت والسلام فرماتے ہیں۔ کہ میں نبی ہوں۔ پر تم کہتے ہو۔ مسیح موعود نبی نہیں۔ اس لئے تم احمدی بھی نہیں۔ پھر تم ہمارے محبوب آقا نور چشم محمدؐ اور لخت جگر احمدؑ کی بیعت سے روگردان ہوئے۔ اس لئے تمہاری عاقبت محمود نہیں ہو سکتی۔

افسوس افسوس۔ تم نے بہشتی مقبرہ کو چھوڑ کر دوسرا مقبرہ بنا لیا۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ تم نے بہشت کو چھوڑ کر دوزخ خریدا ہے۔ پس تم احمدی کس طرح بن سکتے ہو۔

اسی اخبار میں ایڈیٹر پیغام صلح کے قلم سے چند فقرات لکھے ہوئے دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ اور بہت صدمہ ہوا۔ عداوت محمود میں ایسے اندھے ہوئے ہیں کہ جو کچھ مونہہ میں آتا ہے لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "حضرت مسیح موعودؑ کی بیوی صاحبہ بیمار ہیں"۔ بچارے ایڈیٹر کو "ام المومنین" لکھنے سے آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہوگا۔ اور ہاتھ شل ہو گئے ہونگے۔ اصل بات یہ ہے کہ اہل پیغام نے ایک نیا مذہب بنانے کی ٹھانی ہے۔ مگر تمہاری کون سنیگا۔ رسول کے تخت گاہ کو چھوڑ کر احمدؑ سے منہ موڑ کر اب جیپال کی یادگار لاہور میں بنا رہے ہو اس لئے کہ تم محمودی فوج سے کانپتے ہو ؎ یاد رکھو کہ "دنیا روزے چند آخر کار با خداوند" ایک

دِن خدا تعالےٰ کے سامنے جانا ہے۔ ایسا نہ ہو وہاں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے۔ ابھی وقت ہے۔ توبہ کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بارگاہ میں خلوص دل سے حاضر ہو کر اپنے کرداروں کی معافی طلب کرو۔ وہ خلق مجسم تمہارے لئے ویسا ہی کہنے کو تیار ہے۔ جیسا کہ اس کے آقا و مولیٰ سردار کونین رحمۃ للعلمین نے فتح مکہ کے دِن فرمایا تھا۔ ورنہ بصورت دیگر تم کسی طریق سے بھی اپنے بچاؤ کی صورت نہیں نکال سکتے۔ اور تم یقیناً بے وفا اور ناخلف رہو گے۔

اب میں دُعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیغامی بھائیوں کو توفیق دے کہ وہ دربار خلافت میں آکر اور اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگ کر حضور کے خدام میں شامل ہو جائیں۔

. . . .

امیر المؤمنین کا خادم
راجہ غلام محمد خان احمدی سکرٹری تبلیغ چک ایمریچ کشمیر

تین قطعات

مکرمی منشی کرم علی صاحب کاتب نے تین نہایت خوشنما قطعے لکھ کر چھپوائے ہیں۔ جو احمدیوں کے مکانوں کی زیبائش کے لئے نہایت ہی خوش منظر ہوں گے۔

پہلا قطعہ الحمد شریف کا ہے۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم متعلق سورۃ فاتحہ بھی نقل کی ہے

دوسرا الیس اللہ بکاف عبدہ۔

تیسرا میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا ہے۔ تینوں نہایت ہی خوشقلم اور خوبصورت ہیں۔ تینوں کی قیمت صرف ۲ روپے جو منشی صاحب موصوف سے قادیان سے مل سکتے ہیں۔

بقیہ مضمون صــ۳

اس میں شک نہیں کہ ہر شخص کا تعلیم دلانے سے کوئی خاص مطلب ضرور ہوتا ہے۔ ایک شخص وکالت کے لئے تعلیم پاتا ہے دوسرا ڈاکٹری کیلئے تیسرا عام سرکاری نوکری کیلئے چوتھا اپنی زراعت کا انتظام چاہتا ہے۔ یا اپنی تعلیم سے تجارت میں فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ معاش حاصل کرنے یا آمدنی بڑھانے اور رسوخ پیدا کرنے کی مختلف شکلیں ہیں۔ اور عام خیال یہ ہے۔ کہ طالب علم کی زندگی کا مقصد یہی ہے۔ کہ وہ زیادہ دولت یا رسوخ پیدا کرے۔ یہ مقصد ابتداء ہی سے طالب علم کے اس قدر پیش نظر نہیں رہتا جس قدر اس کے والدین کے۔

اب پہلی بحث یہ ہے کہ آیا معاش کا حاصل کرنا طالبعلم کی زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے یا نہیں۔ اسکو ہم انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں بیان کریں گے۔ (ماخوذ)

ریلوے حکام کی قادیان میں تشریف آوری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۲۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو آنریبل سر گتھری رسل چیف کمشنر فار ریلویز لفٹیننٹ کانول سی۔ ایف کارسن ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے اور سر جیمز پٹ کینیفلے کنٹرول انڈین سٹورز بارہ بجے کی ٹرین سے قادیان تشریف لائے۔ اور مختلف مقامی اداروں کی سیر کی۔ شام کو ۵ بجے نظارت امور عامہ کی طرف سے سر چودھری محمد ظفر اللہ خان کامرس ممبر کے اعزاز میں ایٹ ہوم دیا گیا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی شریک ہوئے۔ اور مندرجہ بالا افسران بھی۔ نیز ان افسران نے چودھری سر ظفر اللہ خان کی کوٹھی ایوان ظفر اللہ کو بھی دیکھا۔

۶ بجے کی ٹرین سے یہ سب افسران اور چودھری صاحب واپس تشریف لے گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قادیان کا مشہور و معروف اور قدیمی چھاپہ خانہ

اللہ بخش سٹیم پریس

جس کے مالکان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ ابی و امی) کے دست مبارک سے کاپیاں اور پروف لیکر چھاپنے نیز سلسلہ کے اکثر کتب کے چھاپنے کا فخر حاصل ہے اور جنہیں سلسلہ کے جملہ رسائل و اخبارات مثلاً

الحکم ۔ بدر ۔ الفضل ۔ تشحیذ الاذہان ۔ ریویو آف ریلیجنز (اردو) نور ۔ فاروق ۔ مصباح ۔ تعلیم الدین وغیرہ اور قرآن شریف بطرز یسرنا القرآن معرّا و مترجم ۔ قاعدہ یسرنا القرآن پارہ جات چھاپنے کا فخر حاصل ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آجکل جبکہ غیر احمدی پریس احمدی لٹریچر چھاپنے سے تامل اور انکار کرتے ہیں احباب اپنے اس دیرینہ خادم اور سلسلہ کے قدیمی مطبع

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

کو یاد رکھیں جس میں کتابت ۔ طباعت ۔ بک بائنڈنگ وعدہ پر عمدہ اور بارعایت کیجاتی ہے نیز مارکیٹ کے نرخوں پر ہر قسم کا کاغذ بھی مہیا کیا جاتا ہے۔

منیجر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چودھری عطاء اللہ خان مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)